12

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

29 ربیع الاول تا 5 ربیع الثانی 1431ھ / 16 تا 22 مارچ 2010ء

اس شمارے میں

تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ

دنیا متاع فریب ہے!

امریکہ اور اُس کے حواری:
بے گناہ انسانوں کے قاتل

نائن الیون: تجزیہ کار کیا کہتے ہیں:

بلٹ پروف بدمست ہاتھی

میں تنظیم میں کیسے شامل ہوا؟

ڈارون ازم اور انسانی حقوق

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

مُبلّغ کی دِل سوزی

کوئی شخص اُس وقت تک اپنے تاریخی پس منظر، نظریاتی وابستگی اور خاندانی وقار کے تقاضوں کو نہیں بھلا سکتا جب تک اسے داعی کی بے لوثی، نیک نفسی اور دِلسوزی کا یقین نہ ہو جائے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے دعوتی عمل میں یہ پہلو نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ ان کے استدلال میں، ان کی جذباتی و فطری اپیل میں اور عبرت آموز واقعات کے بیان میں ہر جگہ ایک ہی جذبہ، ایک ہی روح اور ایک ہی خواہش نظر آتی ہے کہ مخاطب کسی طرح حق کی آواز سن لے اور اس کی صداقت کو مان لے۔ یہ مقدس نفوس نہ صرف یہ کہ اس حقیقت کا خود شعور رکھتے ہیں بلکہ مخاطب کو بھی مختلف وجوہ سے اپنی بے غرضی اور ایثار کا احساس دلاتے ہیں، کیونکہ اس کی معرفت سے دعوت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ہر نبی نے مخاطبین کو یہ یقین دلایا کہ وہ اس دعوت کے ذریعے کوئی ذاتی مفاد یا مالی منفعت حاصل نہیں کرنا چاہتے۔ داعیانِ حق مصائب و آلام کا شکار ہوتے ہیں مگر ثبات و استقامت کے ساتھ اپنا دعوتی عمل جاری رکھتے ہیں۔ وہ مخالفتوں کے طوفان میں گھبرانے اور چڑنے کی بجائے دُعائیں دیتے ہیں۔ غزوۂ اُحد میں حضور ﷺ کو لہولہان کیا جاتا ہے اور آپؐ شدید اذیت کے لمحات میں دست بدعا ہو کر یوں گویا ہوتے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ)) (مسلم)

''اے اللہ میری قوم کو بخش دے، یہ حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔''

طائف کے سفر میں آپؐ سے جو سلوک روا رکھا جاتا ہے اس سے کون آگاہ نہیں، مگر آپؐ ان کے لیے بددُعا نہیں کرتے۔

انسانِ کامل

ڈاکٹر خالد علوی

الہدیٰ (411)

سورۃ الانفال

(آیت:41)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾﴾

’’اور جان رکھو کہ جو چیز تم (کفار سے) لوٹ کر لاؤ اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا اور اہل قرابت کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے۔ اگر تم اللہ پر اور اس (نصرت) پر ایمان رکھتے ہو جو (حق و باطل میں) فرق کرنے کے دن (یعنی جنگ بدر میں) جس دن دونوں فوجوں میں مٹھ بھیڑ ہوگئی اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل فرمائی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘

اب یہاں مال غنیمت کی تقسیم کے بارے حکم بیان ہو رہا ہے۔ اور جان لو کہ جو غنیمت کا مال تمہیں حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ تو اللہ کے لیے، اُس کے رسولؐ کے لیے، رسولؐ کے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ نبی کریم ﷺ جب تک مکہ میں تھے، حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کی دولت اور سرمایے سے آپؐ کا کام چلتا رہا۔ جب آپؐ مدینے میں آئے تو آپؐ کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا، اور نہ ہی آپ تجارت کرتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کے اور آپؐ کے قرابت داروں اور ازواج مطہرات کے اخراجات کے لیے غنیمت کا پانچواں حصہ رکھ دیا گیا۔ گویا اسی سے آپؐ کی کفالت ہوگی۔ یہ حصہ بیت المال میں جائے گا، جہاں سے یہ یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کو بھی پہنچے گا۔ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اُس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے یوم الفرقان کو اپنے بندے پر نازل کی یعنی فرشتوں کی غیبی امداد، تو تمہیں اللہ کے اس حکم کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ یہاں جس نصرت کا ذکر کیا گیا ہے وہ یوم بدر کے حوالے سے ہے۔ یہ نصرت غیبی (Unseen) تھی۔ فرشتے لوگوں کو نظر تو نہیں آتے لیکن اُن پر ایمان لانا تو ضروری ہے۔ بدر کے دن فرشتے بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا تو اس خمس کے حصے کی تقسیم کو دلی طور پر قبول کرو کہ یہ اللہ کا اس کے رسول ﷺ کا اور بیت المال کا حصہ ہے۔ باقی مال جو کل کا 4/5 ہے، وہ مجاہدین میں تقسیم ہوگا۔ اس سے کوئی غرض نہیں کہ کس نے کتنا مال اکٹھا کیا، مثلاً جو لوگ پہرے پر تھے، انہوں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا مگر اُن کو بھی برابر کا حصہ دیا جائے گا۔ البتہ سوار مجاہد کو پیدل مجاہد کی نسبت دوگنا حصہ ملے گا۔ یہ اُس دن کی بات ہے، جو فیصلے کا دن (یوم بدر) تھا، جس دن دونوں فوجوں میں مڈبھیڑ ہوگئی۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

افضل ترین اور عقل مند مؤمن

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ؓ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ ﷺ اَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَفْضَلُ وَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَكْیَسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَفْضَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَكْیَسُهُمْ اَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا وَاَحْسَنُهُمْ لَهٗ اسْتِعْدَادًا ، اُولٰٓئِكَ الْاَكْیَاسُ))

(رواہ البیهقی فی الزهد الکبیر)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی کہ کون سا مؤمن سب سے افضل ہے اور کون سا مؤمن سب سے زیادہ عقل مند ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مؤمنوں میں سے افضل ترین مؤمن وہ ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو اور سب سے عقلمند وہ ہے جو موت کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو اور سب سے زیادہ موت کے لئے تیاری کرنے والا‘ سب سے زیادہ عقل والا ہے۔‘‘

تشریح: انسان کا کردار ہی اس کے خیالات کی شہادت ہوتی ہے۔ اس لئے اگر ایمان ہے تو اس کا ظہور اخلاق ہی میں تو ہوگا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بندہ مؤمن بھی ہو اور اس کا کردار اچھا نہ ہو!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ

امریکہ کا صدر منتخب ہوتے ہی اوباما کا یہ رجحان بڑا واضح نظر آیا کہ وہ امریکہ کے اندرونی مسائل خصوصاً معاشی صورتِ حال پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کرنا چاہتے ہیں۔ اس ایجنڈے پر یکسوئی سے کام کرنے کے لیے ضروری تھا کہ امریکہ بیرونِ ملک جن مسائل میں پھنسا ہوا ہے، اُن سے نجات حاصل کی جائے۔ بش اینڈ کمپنی نے افغانستان اور عراق پر حملہ کر کے امریکیوں کی جان عذاب میں ڈالی ہوئی تھی۔ عراق میں Divide and rule کی پالیسی اپناتے ہوئے اہل سنت اور اہل تشیع کو باہم تصادم کی راہ پر ڈال کر امریکہ کسی قدر کامیابی حاصل کر چکا تھا لیکن افغانستان کا کانٹا امریکی حلق میں بُری طرح پھنسا ہوا تھا، جسے وہ نہ نکال پا رہا تھا اور نہ نگل جانے میں کامیاب ہو رہا تھا۔ یہ کہنا تو بہت مشکل ہے کہ اگر صدر اوباما اپنی ذاتی سوچ اور خواہش کی تکمیل کی قوت رکھتا اور صحیح معنوں میں مقتدر اور با اختیار صدر ہوتا تو وہ افغانستان کے حوالہ سے کیا پالیسی بناتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اوباما تو بہت سی وجوہات کی بنا پر ایک کمزور سیاہ فام صدر ہے۔ کوئی مضبوط سیاسی کیریئر کا حامل سفید فام صدر بھی یہودی شکنجہ سے آزاد ہو کر اپنی انڈی پینڈنٹ رائے کو بروئے عمل نہیں لاسکتا۔ خصوصاً اگر معاملہ عالم اسلام سے متعلق ہو تو یہود کی طرف سے دی گئی لائن کورد کرنا، یہ اپنے اقتدار کو ہی نہیں اپنی جان کو بھی خطرہ میں ڈالنے والی بات ہے۔ ان ہی حالات کا تقاضا تھا کہ صدر اوباما نے نئی افغان پالیسی فریم کرنے کے لیے بڑی وسیع مشاورت کا اہتمام کیا۔ اس مشاورت میں اُن ہاکس (Hawks) کو بھی شامل کیا گیا جو قوت کے بھرپور استعمال سے اور بدترین تباہی پھیلا کر افغانستان میں مطلوبہ نتائج یعنی امریکہ کی واضح عسکری فتح چاہتے ہیں اور وہ فاختائیں (Doves) بھی شامل تھیں جو امریکی عوام کو جنگ کی مصیبتوں سے بچانا چاہتی تھیں۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ امریکی فاختاؤں کا جنگ ختم کرنے اور فوج واپس بلانے کا مشورہ امن پسندی یا افغانیوں سے ہمدردی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ امریکہ کے جانی و مالی نقصان کے ناقابلِ برداشت ہونے کی وجہ سے تھا اور اُنہیں افغانستان میں امریکہ کی کامیابی کے امکانات نظر نہیں آتے تھے۔ اتنے وسیع پیمانے پر مشاورت بھی صدر اوباما کے لیے مصیبت بن گئی، اس لیے کہ انتہائی متضاد مشورے دیئے گئے۔ لہٰذا ایک ایسی نئی افغان پالیسی ترتیب دینے کا فیصلہ کیا گیا جو امریکہ کے مفاد میں بھی ہو اور سب کو مطمئن بھی کیا جا سکے۔

نئی افغان پالیسی کا نچوڑ اور خلاصہ یہ تھا کہ مزید افواج بھیج کر اور قوت کے بھرپور استعمال کے ساتھ ایک معین مدت میں مکمل فتح حاصل کی جائے، لیکن اگر اُس معین مدت میں مکمل فتح حاصل نہ ہو سکے تو کم از کم طالبان کی قوت کو اتنا کمزور کر دے کہ وہ مذاکرات کرنے پر مجبور ہو جائیں اور امریکی افواج کی باعزت واپسی ممکن ہو جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پاکستان کا بازو بھی پوری قوت سے مروڑا جائے اور اُسے مجبور کیا جائے وہ امریکہ کو افغانستان میں مطلوبہ نتائج کے حصول کے لیے صدق دل سے اپنی قوت اور صلاحیت کا بھرپور استعمال کرے۔ علاوہ ازیں دنیا بھر میں سفارتی کوششیں بھی بروئے کار لائی جائیں۔ چنانچہ بیلجیم کانفرنس، استنبول کانفرنس اور آخر میں بہت بڑی سطح پر لندن کانفرنس منعقد کی گئی۔ اس دوران امریکہ کے سیاسی اور عسکری اکابرین نے اسلام آباد کے بے دریغ دورے کیے اور پاکستان کی

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 | 29 ربیع الاول تا 5 ربیع الثانی 1431ھ | 16 تا 22 مارچ 2010ء | شمارہ 12

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

عسکری قیادت پر دباؤ ڈالنے کا ہر حربہ استعمال کیا گیا، یہ بات اتنی واضح اور عیاں ہو چکی ہے کہ اب اس کو دوٹوک انداز میں کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں کہ ہماری سیاسی قیادت اور سول حکمران اپنی نا اہلی، نالائقی اور اپنی کرتوتوں کی وجہ سے سائیڈ لائن ہو چکے ہیں۔ لہٰذا امریکہ اُنہیں گھاس ڈالنے کو تیار نہیں۔ ہماری سپاہ چاہے عام سپاہی ہو یا اعلیٰ ترین افسر اُن کی تربیت کا انداز کچھ ایسا ہوتا ہے کہ اُن کے اذہان میں یہ بات راسخ ہو چکی ہوتی ہے کہ اُن کا صرف ایک دشمن ہے اور وہ بھارت ہے۔ حالانکہ اُنہیں اصلاً یہ باور کرانے کی ضرورت تھی کہ ہر وہ ملک، قوم اور فوج اُن کی دشمن ہے جو اسلام کی دشمن ہو، جو مسلمان کی دشمن ہو۔ امریکہ نے جب پاکستان کا بازو سختی سے مروڑا یعنی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کے کروڑوں ڈالر کے بل روک لیے، معاشی امداد بھی روک دی اور دھمکیاں بھی دی گئیں اور تعاون کی صورت میں بھرپور مدد کا عندیہ بھی دیا یعنی گاجر اور چھڑی کا بلالحاظ استعمال کیا گیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کی قیادت نے اپنے تئیں موقع غنیمت جانا اور بھارت کو افغانستان کے معاملے میں سائڈ لائن کرنے اور اسلحہ کی ترسیل جاری رکھنے اور مشرقی سرحدوں پر امن کی ضمانت کے عوض افغان طالبان کے خلاف کھلم کھلا اور یکسو ہو کر امریکہ کی مدد کرنے کی ہامی بھر لی۔ ہماری قیادت یہ سمجھتی ہے کہ اگر بھارت کوئی مہم جوئی نہ کرے تو پاکستان کی سلامتی کو کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ ملک کے مختلف حصوں میں طالبان کی پے در پے گرفتاریاں شاید اسی معاہدہ کا حصہ ہیں۔ اگرچہ یہ نکتہ نظر بھی سامنے آیا ہے کہ یہ اُن طالبان کی گرفتاریاں ہوئی ہیں جو پاکستان کو بائی پاس کر کے امریکہ سے مذاکرات کرنے پر آمادہ ہوئے تھے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو، واللہ اعلم۔ معلوم ہوتا ہے کہ نئی افغان پالیسی کو یوں بروئے کار لانے کا فیصلہ کیا گیا کہ فوجی کمک کے ساتھ افغان طالبان پر پوری قوت سے ضرب لگائی جائے، خصوصاً جنوبی افغانستان میں طالبان کی قوت کو کچل کر ہلمند اور قندھار جیسے علاقوں میں بھی امریکہ کی بالادستی قائم کر لی جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو افغانستان سے امریکی فوجوں کو نکال لیا جائے اور افغانستان میں ایک کٹھ پتلی حکومت کے ذریعے اس علاقہ سے امریکی مفادات کی تکمیل کا اگلا مرحلہ شروع کیا جائے۔ اگر یہ اطلاعات درست ہیں تو ہماری رائے میں پاکستان نے بہت بڑے خسارے کا سودا کیا ہے۔ ہمیں پختہ یقین ہے اور ہم پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت کو بھی بتائے دیتے ہیں کہ افغانستان میں طالبان کو مکمل شکست سے دوچار کر دینا یا افغانستان میں کوئی ایسا سیٹ اپ قائم کر دینا جس میں طالبانِ افغانستان کو نظر انداز کر دیا گیا ہو مشکل ہی نہیں قریباً ناممکن ہے۔ اس لیے کہ اگر دل کی آنکھیں بالکل اندھی نہیں ہو گئیں اور سر کی آنکھیں ڈالروں کی چمک سے چندیا نہیں گئیں اور مادی وسائل کی لامحدود خواہشات نے اذہان کو ماؤف نہیں کر دیا، تو یہ بات اب تک ہماری سمجھ میں آ جانی چاہیے کہ ساری عیسائی دنیا اور لادینی قوتیں سپریم پاور آف دی ورلڈ کی سربراہی اور کمان میں بے سروسامان طالبان پر نہ صرف فتح نہیں حاصل کر سکے بلکہ اُن کی شکست نوشتۂ دیوار ہے، جسے صرف آنکھیں کھول کر پڑھنے کی ضرورت ہے۔ یہ صرف اور صرف اللہ کی مدد ہے کہ اُنیسویں صدی کے لوگ اکیسویں صدی کے لوگوں اور اُن کی ٹیکنالوجی کو شکستِ فاش دے رہے ہیں۔ جس فوج کو تائید ایزدی حاصل ہو اُس سے لڑنا حماقت ہے، جہالت ہے اور محض ہلاکت ہے۔ زمینی حقائق کو بھی مدنظر رکھ کر ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہم تاریخ کے خلاف جنگ کیوں کر رہے ہیں۔ تاریخ کا یہ فیصلہ ہے، چاہے ہم اس کو سنہری حروف میں لکھیں یا ردِّعمل میں سیاہی کے ساتھ، کہ جو قوم مرنا جانتی ہے وہی زندہ رہتی ہے۔ اُسے کوئی موت سے ہمکنار نہیں کر سکتا۔ اُس کی آزادی کوئی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا امریکہ کی نئی افغان پالیسی اور پاکستان کی قلابازیوں پر ہمارا تبصرہ ہے، تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ

☆☆☆

پریس ریلیز: 7 مارچ 2010ء

حضورؐ کی مکی زندگی اسلامی انقلابی جدوجہد کا پہلا مرحلہ تھا

اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے باطل قوتوں سے تصادم ناگزیر ہے

ڈاکٹر اسرار احمد

حضور ﷺ کی مکی زندگی جدوجہدِ اسلامی انقلاب کا پہلا مرحلہ تھا۔ آپؐ دلوں کو فتح کر کے فاتح زمانہ قرار پائے۔ نبی کریمؐ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن حکیم ہے۔ انقلابی نظریہ کی ترویج، کارکنوں کی تربیت اور جماعت کی تیاری اسلامی انقلاب کے لیے شرط اوّل ہے۔ ان خیالات کا اظہار بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے قرآن آڈیٹوریم لاہور میں خطباتِ سیرت النبیؐ کے سلسلے میں ''ہمہ گیر اسلامی انقلاب کا تکمیلی مرحلہ: باطل سے تصادم کے مراحل'' پر گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے اپنی دعوت و تبلیغ کو کبھی خفیہ نہیں رکھا۔ آپؐ نے غلاموں اور پسے ہوئے طبقات کو مساوی درجہ عطا فرمایا۔ مکی دور میں صحابہ کرامؓ نے بے مثال قربانیاں دے کر حضورؐ کی اطاعت کا حق ادا کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ دور میں سیرت النبیؐ کے تمام مراحل کو اپنائے بغیر ملک میں اسلامی نظام کا قیام ناممکن ہے۔ اور اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے باطل قوتوں سے تصادم ناگزیر ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

دنیا متاع فریب ہے!

نزولِ میزان کا اصل مقصد: قیامِ عدل

سورۃ الحدید کی آیات 17 تا 25 کی روشنی میں

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 19 فروری 2010ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ الحدید کی آیات 17 تا 25 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! گزشتہ چند اجتماعات جمعہ سے سورۃ الحدید کی آیات کی روشنی میں گفتگو ہو رہی ہے۔ آج اسی سلسلہ میں آیات 17 تا 25 کا بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا ؕ قَدۡ بَیَّنَّا لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۷﴾﴾

''جان رکھو، اللہ ہی زمین کو اُس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ ہم نے اپنی نشانیاں تم سے کھول کھول کر بیان کر دی ہیں، تاکہ تم سمجھو۔''

اللہ تعالیٰ جو علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے، اُس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ زمین بنجر اور ویران پڑی ہوتی ہے کہ اللہ بارش برساتا ہے تو اُسی زمین میں سرسراہٹ نظر آتی ہے اور وہ لہلہانے لگتی ہے۔ یہی حال دلوں کا ہے۔ دل بھی سخت ہو جاتے ہیں۔ اُن میں بھی گداز پیدا کرنے کے لیے ایک بارانِ رحمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بارانِ رحمت اللہ تعالیٰ نے وحی کی صورت میں نازل کی ہے جس کا آخری اور کامل ایڈیشن قرآن حکیم ہے۔ مردہ دلوں کو زندہ کرنے کی صورت یہی ہے کہ اس وحی ربانی سے فائدہ اُٹھایا جائے۔

اگلی آیت میں راہِ خدا میں انفاق کا اجر و ثواب بتایا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّ الۡمُصَّدِّقِیۡنَ وَ الۡمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقۡرَضُوا اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَہُمۡ وَ لَہُمۡ اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ ﴿۱۸﴾﴾

''جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی اور اللہ کو (نیت) نیک (اور خلوص سے) قرض دیتے ہیں، اُن کو دو چند ادا کیا جائے گا۔ اور اُن کے لیے عزت کا صلہ ہے۔''

اللہ کی راہ میں، اُس کی خوشنودی کے لیے صدقہ کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے، اور اُن لوگوں کے لیے جو اللہ کو قرض حسنہ دیں، یعنی اُس کے دین کے غلبہ و اقامت اور جہاد و قتال کے لیے پیسہ خرچ کریں، بڑا اجر و ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ اِن لوگوں کے اجر میں کئی گنا اضافہ فرمائے گا۔ یہ بات غور کرنے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کتنا قدر دان ہے۔ وہ غلبہ و احیائے دین کی راہ میں مال لگانے کو اپنے ذمہ قرض قرار دے رہا ہے، حالانکہ انسان اگر راہِ خدا میں مال خرچ کرتا ہے، تو وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہوتا ہے —— دوسری بات یہ کہ دنیا میں سود خور سود مرکب کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں اور ہلکان ہوا چاہتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ بشارت دے رہا ہے کہ وہ اُسے دیے گئے قرض میں کئی گنا اضافہ فرمائے گا۔ اور اِن لوگوں کے لیے اللہ کے ہاں بہت باعزت روزی ہوگی۔

﴿وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصِّدِّیۡقُوۡنَ ٭ۖ وَ الشُّہَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؕ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ وَ نُوۡرُہُمۡ ؕ﴾

''اور جو لوگ اللہ اور اُس کے پیغمبر پر ایمان لائے، یہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔ اُن کے لیے اُن کے اعمال کا صلہ ہوگا اور اُن (کے ایمان) کی روشنی۔''

یہ تو سچے اہل ایمان کی جزا ہے۔ اس کے برعکس تکذیب کرنے والوں کا معاملہ کیا ہوگا؟ اُن کے بارے میں فرمایا:

﴿وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ ﴿۱۹﴾﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہی اہل دوزخ ہیں۔''

اگلی آیت میں دنیا کی حقیقت سمجھائی جا رہی ہے۔

﴿اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ وَّ زِیۡنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیۡنَکُمۡ وَ تَکَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ ؕ کَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَہِیۡجُ فَتَرٰىہُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَکُوۡنُ حُطٰمًا ؕ﴾

''جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (و آرائش) اور تمہارے آپس میں فخر و ستائش اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (و خواہش) ہے۔ (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اُگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے۔ پھر وہ خوب زور پر آتی ہے۔ پھر (اے دیکھنے والے) تو اُس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے۔ پھر چورا چورا ہو جاتی ہے۔''

یہاں دنیاوی زندگی کی بے ثباتی کو نمایاں کرنے کے لیے بارش اور فصل کی مثال دی گئی ہے۔ اور چند الفاظ لا کر ایک لطیف اشارہ انسانی زندگی کے مراحل کی طرف کیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں:-

- ''لعب و لھو'' (کھیل تماشا) انسانی زندگی کا سب سے اوّلین دور بچپن کا ہوتا ہے۔ اُس میں اُس کی کل زندگی کھیل کود سے عبارت ہوتی ہے۔
- زینۃ (زینت و آرائش) بچپن کے بعد لڑکپن جوانی کا دور آتا ہے۔ بچپن میں انسان کو اپنے لباس کے میلے کچیلے ہونے کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ وہ کھیل کود ہی میں محو رہتا ہے۔ لیکن جب اُس کی عمر 20، 25 سال ہوتی ہے تو وہ اپنے لباس، اپنی وضع قطع، اپنی زیب و زینت کا بڑا دھیان رکھنے لگتا ہے۔ اُس کی کوشش ہوتی ہے کہ اُس کی ہر چیز زمانے کے فیشن کے مطابق ہو۔
- تفاخر بینکم (باہمی فخر و ستائش) زندگی کی اگلی سٹیج میں انسان میں ایک دوسرے پر فخر کرنے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ دنیا میں اُس کی کوئی حیثیت اور برتر مقام ہو۔ مثلاً وہ کسی انجمن کا چیئرمین بن جائے، اُسے یونین کونسل یا ڈسٹرکٹ کونسل کی نظامت حاصل ہو جائے، یا اُسے صوبائی یا قومی اسمبلی کی رکنیت مل جائے وغیرہ۔

○ تکاثر فی الاموال والاولاد (مال واولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب وخواہش)۔ انسانی زندگی کا آخری دور بڑھاپے کا ہے۔ انسان بوڑھا ہوتا ہے تو اُس کی حرص جوان ہو جاتی ہے۔ اُس میں مال واولاد میں بہتات کی خواہش پہلے سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ جیسے بھی ہو اُس کا مال ودولت بڑھ جائے۔ اُس کے کاروبار میں بڑھوتری ہو۔ اگر اُس کی چھ فیکٹریاں ہیں، تو یہ دس ہو جائیں۔ اس حرص وہوس کی تسکین کی کوئی منزل نہیں۔ چنانچہ اسی کیفیت میں انسان قبر میں جا پہنچتا ہے۔

اس آیت کے دوسرے حصے میں بتایا گیا کہ انسانی زندگی بھی ایک لہلہاتی فصل کی مانند ہے، جو اپنے جوبن پر آجانے کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ ایک بنجر اور چٹیل زمین میں جب بارش ہوتی ہے تو فصل اُگ آتی ہے۔ پھر یہ ہیجان کو پہنچتی ہے اور کھیتی سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے —— لیکن جب یہ پک کر تیار ہو جاتی ہے، اُس پر زردی غالب آجاتی ہے تو یہ فصل کاٹ لی جاتی ہے اور چورا چورا ہو کر زمین میں مل جاتی ہے۔ انسانی زندگی کی بھی یہی مثال ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک فصل اپنی زندگی کا دورانیہ چھ ماہ میں پورا کرتی ہے، جبکہ انسان اپنا عرصۂ حیات ساٹھ ستر سال میں پورا کرتا ہے۔ بنیادی طور پر دونوں کی زندگی کی بے ثباتی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ انسان کتنا بھی جی لے، آخر کار اُسے موت کا کڑوا گھونٹ پینا ہے۔ اور جب وہ موت کا پیالہ پیئے گا تو دنیا کی تمام آسائشیں، کوٹھیاں، محلات اور عشرت کدے یہیں رہ جائیں گے۔ کوئی بھی چیز اُس کے کسی کام نہیں آئے گی۔ حضرت مطرف ؓ کہتے ہیں کہ میرے والد ایک مرتبہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ؐ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ رہے تھے۔ پھر آپ ؐ نے فرمایا: ''ابن آدم کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال حالانکہ تمہارا صرف وہی ہے جو تم نے صدقہ یا خیرات کر کے جاری رکھا یا کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا۔'' (ترمذی شریف) جو مال آدمی نے چھوڑ دیا، وہ تو اُس کے وارثوں کا ہے۔ یعنی آنکھ بند ہوتے ہوئے اُس کے ورثاء کو منتقل ہو جائے گا۔

﴿وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ﴾

''اور آخرت میں عذاب شدید اور اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے۔''

آخرت میں انسان کے دو ہی ممکنہ انجام ہوں گے۔ ایک انجام تو عذاب جہنم ہے جو اُن لوگوں کا ہوگا جو اس امتحان زندگی میں ناکام ہو جائیں گے اور دوسرا انجام اللہ کی رضا اور خوشنودی ہے۔ یہ اُن لوگوں کو حاصل ہوگی جنہوں نے دنیا کی زندگی شریعت کے عطا کردہ ضابطے کے مطابق گزاری ہوگی —— پھر یہ کہ آخرت کی ناکامی اور کامیابی حقیقی ناکامی اور کامیابی ہوگی۔ وہاں جو شخص ناکام ہوگا، وہ فی الواقع ناکام ہوگا۔ اس لیے کہ اس ناکامی کی تلافی نہ ہو سکے گی —— اور جو وہاں کامیاب وکامران ہوا، اُس کی کامیابی کے کیا کہنے! اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اپنے لیے ممکنہ طور پر کس انجام کا انتخاب کرتے اور اُس کے لیے کیا کوشش کرتے ہیں۔

﴿وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾﴾

''اور دنیا کی زندگی تو متاع فریب ہے۔''

یہاں کا نفع ونقصان عارضی ہے۔ یہاں کی خوشیاں اور غم مصنوعی ہیں۔ یہاں کی لذتیں اور آسائشیں ختم ہونے والی ہیں۔

اگر یہ حقیقت سمجھ آگئی ہے تو قرآن یہ پکار لگاتا ہے کہ

﴿سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۱﴾﴾

''(بندو) لپکو اپنے پروردگار کی بخشش اور جنت کی (طرف) جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے اور جو اُن لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اُس کے پیغمبر پر ایمان لائے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے عطا فرمائے۔ اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔''

ایک دوسرے سے مسابقت کا جذبہ انسانی سرشت میں شامل ہے لیکن یہ مسابقت کس میدان میں ہونی چاہیے۔ کیا یہ دنیا کمانے اور بنانے میں مطلوب ہے؟ نہیں، بلکہ مسابقت اور مقابلہ تو اللہ کی مغفرت کے حصول میں ہونا چاہیے۔ تمہاری ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی خواہش اور کوشش نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ہونی چاہیے۔ ایسے کاموں میں جن سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دے —— انسان کا معاملہ یہ ہے کہ دنیا کے حقیر فائدے کے لیے آخرت کو فراموش کر ڈالتا ہے۔ اُس کا دنیا میں پانچ دس مرلہ کا مکان کسی اچھی ہاؤسنگ سوسائٹی میں ہو جائے، اس کے لیے وہ حلال وحرام کی تمیز کے بغیر پیسہ اکٹھا کرتا ہے۔ ایک دوسرے سے مقابلہ کرتا ہے۔ درحقیقت یہ سراسر خسارے کا سودا ہے کہ انسان دنیا کے مکانات، کوٹھیوں اور محلات کے لیے آخرت کی دائمی زندگی کی جنت کو بھلا ڈالے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ آدمی کی کدوکاوش اور ساری تگ ودو سے مقصود جنت کا حصول ہو، وہ جنت کہ جس کا طول وعرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ پھر یہ کہ یہاں کی زندگی عارضی ہے، یہی ساٹھ ستر سالہ زندگی، جبکہ آخرت دائمی اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ عارضی پر باقی کو ترجیح دے، اُسی کی کامیابی کو اپنا ہدف اور نصب العین بنائے۔ اگر وہ دنیا کو اپنا مقصود بنائے گا تو یہ بھی ضروری نہیں کہ اُسے وہ سب کچھ مل جائے جس کا وہ متمنی ہے، بلکہ اُسے وہی کچھ ملے گا جو اللہ نے اُس کے مقدر میں لکھ دیا ہے۔

ایک سچے مومن اور ایک دنیا پرست انسان کے اندازِ فکر میں فرق ہی یہ ہے کہ بندۂ مومن آخرت کو ترجیح بناتا ہے۔ جبکہ دنیا کے طالب کا منتہائے مقصود دنیا اور اُس کی آسائشیں ہوتی ہیں۔ اُس کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ ع بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست ...... وہ دو ٹکے کے فائدے کی خاطر اپنے ایمان کا سودا کر دیتا ہے ——

اِس مقام پر ہم میں سے ہر ایک کو اپنا محاسبہ ضرور کرنا چاہیے کہ ہماری ترجیح کیا ہے؟ کیا ہم نے آخرت کو اپنی منزل بنایا ہے، یا دنیا کی لذتوں اور آسائشوں ہی میں منہمک ہیں، اور انہی کے حصول کے لیے دن رات ایک کر رہے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ زندگی کی یہ حقیقت جس دل میں جاگزیں ہوگی وہ لازماً آخرت کو بنانے سنوارنے کی فکر کرے گا۔ پھر اُس کا مقابلہ دنیا بنانے میں نہیں، آخرت سنوارنے میں ہوگا۔ صحابہ کرام ؓ کا یہی حال تھا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے بارے میں کئی واقعات میں یہ آتا ہے کہ انہوں نے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے آگے بڑھنے کی کوشش کی، مگر اُن کا اپنا بیان ہے کہ ہر مرتبہ انہوں نے یہ محسوس کیا کہ ابوبکرؓ سے آگے بڑھنا ممکن نہیں۔

اگلی آیت میں فرمایا:

﴿مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۲۲﴾﴾

''کوئی مصیبت ملک پر اور تم پر نہیں پڑتی مگر پیشتر اس کے کہ ہم اُس کو پیدا کریں، ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے (اور) یہ (کام) اللہ کو آسان ہے۔''

انسان پر کئی قسم کی مصیبتیں آتی ہیں، مثلاً سیلاب، قحط، زلزلے، جسمانی بیماری، تنگی اور عزیزوں کی جدائی کا

غم وغیرہ۔ لیکن یہ واضح ہونا چاہیے کہ انسان پر کوئی بھی پریشانی یا مصیبت اللہ کے اذن کے بغیر نہیں آسکتی۔ اُس پر جو بھی حالات وارد ہوتے ہیں، وہ اللہ کے ہاں پہلے سے طے شدہ ہوتے ہیں۔ آدمی کو مستقبل کے بارے میں وسوسوں اور اندیشوں میں نہیں پڑنا چاہیے۔ اللہ پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اُس کا توکل واعتماد اللہ پر ہو۔ وہ یہ نہ سوچے کہ اگر اللہ کی راہ میں وقت لگایا، تو تلاش معاش کے لیے وقت کیسے بچا سکوں گا۔ یا یہ کہ اگر اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا تو اپنے لیے کیسے بچت کروں گا۔ یا یہ کہ اگر میں نے منکرات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تو مجھے دہشت گردوں کی فہرست میں شامل کر دیا جائے گا۔ نہیں، اگر اللہ نہ چاہے تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اور اگر اللہ ہی کوئی فیصلہ فرما دے تو تمام کائنات مل کر اُس کے فیصلے کو تبدیل نہیں کر سکتی۔

﴿لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿٢٣﴾﴾

”تاکہ جو (مطلب) تم سے فوت ہو گیا ہے، اُس کا غم نہ کھایا کرو اور جو تم کو اُس نے دیا ہے اُس پر اترایا نہ کرو۔ اور اللہ کسی اترانے اور شیخی بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔“

یعنی یہ بات کہ کوئی بھی مصیبت بغیر اذن الٰہی کے نہیں آسکتی، ہر چیز جو واقعہ ہوتی ہے، اللہ کے کرنے سے ہوتی ہے، تمہیں اس لیے بتائی جا رہی ہے تاکہ اللہ کے فیصلے پر راضی رہو۔ جب سب کچھ اللہ کے کرنے سے ہوتا ہے تو تمہیں زیبا نہیں کہ اللہ کے فیصلے پر پریشان اور شاکی ہو۔ کوئی مالی اور جانی نقصان یا کسی عزیز کی جدائی کے صدمے پر تم یہ نہ کہو کہ کاش ایسا نہ ہوتا۔ یہ کہنا ایمان کے منافی ہے۔

جس طرح کسی نقصان، مصیبت پر تمہیں رنجیدہ اور پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ اُسے اللہ کا فیصلہ جان کر برضا قبول کرنا چاہیے، اسی طرح اگر تمہیں کوئی کامیابی حاصل ہوتی ہے، اللہ تمہیں مال و دولت عطا فرماتا ہے یا اولاد سے نوازتا ہے تو تمہیں فخر وغرور کا مظاہرہ بھی نہیں کرنا چاہیے۔ مال و اولاد فخر وغرور کا باعث نہیں۔ اِن کے ذریعے تو اللہ تمہاری آزمائش کر رہا ہے۔ اللہ نے ان کی محبت تمہارے اندر رکھی ہے۔ تم بسا اوقات اس محبت کی وجہ سے شریعت کی حدوں کو پار کر جاتے ہو اور غلط کام کرتے ہو۔ تمہیں اس سے بچنا چاہیے۔ مال و اولاد کی کثرت پر شیخی بگھارنا مومنانہ روش نہیں۔ یہ اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ اللہ کے ہاں ایسا شخص انتہائی مبغوض ہے جو شیخی بگھارنے والا ہو۔

آگے ایسے لوگوں کی ایک اور بُری صفت کا تذکرہ ہے:

﴿الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۗ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٤﴾﴾

”جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں اور جو شخص روگردانی کرے تو اللہ بھی بے پروا اور سزاوار حمد (وثنا) ہے۔“

یہ وہ لوگ ہیں جو بخل کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے خود بھی احتراز کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی بخل سے کام لینے کا کہتے ہیں۔ یہ دوسروں کو بڑے ناصحانہ انداز میں کہتے ہیں کہ اپنا مال سنبھال کر رکھو، کل بڑھاپے میں تمہارے کام آئے گا۔ یہ دراصل دوسروں کو بخل کو تلقین اس لیے کرتے ہیں، تاکہ اُن کی اپنی کنجوسی کے عیب پر پردہ پڑا رہے۔ بخل اور کنجوسی کی یہ روش ایمان کے منافی ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا فائدہ اور بخل کا نقصان خود تمہیں ہی ہے۔ اللہ تو الغنی ہے۔ اُسے تمہاری کوئی احتیاج نہیں۔ وہ الحمید ہے۔ ساری کائنات اُسی کی تعریف میں لگی ہوئی ہے۔

اس کے بعد جو آیت آرہی ہے، وہ سورۃ کا نقطۂ کمال ہے

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۖ﴾

”ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور اُن پر کتابیں نازل کیں اور ترازو، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو کھلی نشانیوں یعنی معجزات کے ساتھ بھیجا، اور انہیں دو چیزیں عطا کیں۔ ایک الکتاب ہے، یعنی ہدایت نامہ اور ضابطہ حیات، تاکہ معلوم ہو سکے کہ اللہ کے بندوں نے کس طرح زندگی گزارنی ہے۔ کس طور سے امتحان زندگی میں کامیابی حاصل کرنی ہے۔ آسمانی ہدایت کا آخری اور کامل ترین ایڈیشن قرآن حکیم ہے۔ دوسری چیز جو پیغمبروں کو دی گئی وہ المیزان ہے، یعنی نظام عدل اجتماعی۔ یہ میزان اس لیے نہیں دی گئی کہ لوگ اس عادلانہ نظام کے قصیدے پڑھیں اور بس، بلکہ یہ میزان عطا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ عدل و قسط پر قائم رہ سکیں۔ انہیں سیاسی، معاشرتی اور معاشی میدان میں عدل و توازن میسر آسکے۔ ظلم و ناانصافی کا خاتمہ ہو سکے۔

﴿وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾

”اور ہم نے لوہا پیدا کیا۔ اس میں (اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) خطر بھی شدید ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے لوہا اتارا۔ اس میں لوگوں کے فائدے کے کئی پہلو ہیں۔ لیکن اس کی خاص بات یہ ہے کہ یہ اپنے اندر جنگی قوت رکھتا ہے۔ اس قوت سے اُن لوگوں کی سرکوبی ہونی چاہیے جو اللہ کی میزان عدل کے قیام کی راہ میں روڑے اٹکاتے یا رکاوٹ بنتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مراعات یافتہ طبقے ہر دور میں نظام حق کے نفاذ اور قیام کی راہ روکتے ہیں، اس لیے کہ وہ نہیں چاہتے کہ اُن کے نظام باطل کی عمارت منہدم ہو جائے جس سے اُن کے مفادات وابستہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی جب دعوت حق پیش کی تو جن لوگوں نے آپؐ کی شدید مخالفت کی یہ وہی تھے جن کے مشرکانہ نظام سے مفادات اور مراعات وابستہ تھیں۔ ایسے لوگ ہر دور میں نظام حق کا راستہ روکتے اور نظام باطل کی پاسداری کرتے ہیں۔ لوہا انہی کا زور توڑنے اور قلع قمع کرنے کے لیے اتارا گیا ہے، تاکہ نظام عدل غالب وسربلند ہو۔ اسی مقصد کے لیے نبی مہربان، رحمۃ للعالمین ﷺ کو بھی ہاتھ میں تلوار اُٹھانا پڑی۔ چنانچہ آپؐ کی حیات مبارکہ میں کئی غزوات اور سرایا ہوئے۔

﴿وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢٥﴾﴾

”اور اس لیے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اُس کے پیغمبروں کی مدد کرتے، اللہ اُن کو معلوم کرلے۔ بے شک اللہ قوی اور عزیز ہے۔“

یعنی حق و باطل اور کفر و ایمان کا معرکہ ہی تو اہل ایمان کا امتحان ہے، کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ اللہ اس کے ذریعے انہیں جانچنا چاہتا ہے کہ اُن کی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ عقیدت، محبت اور وفاداری کس درجے میں ہیں اور وہ کس درجے باطل سے بے زار ہیں۔ آج مسلم دنیا کے 57 ممالک میں ہر جگہ نظام باطل کی حکمرانی ہے۔ اگر ہم واقعی اللہ اور رسول کریم ﷺ کے وفادار ہیں تو ہماری ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ نظام باطل کو اکھاڑ کر نظام حق کو قائم کریں۔ بلاشبہ اللہ چاہے تو یہ کام خود آن واحد میں کر سکتا ہے۔ اُس کے لیے کوئی چیز بھی مشکل نہیں۔ لیکن اُس نے غلبۂ دین کی جدوجہد کا مشن ہمیں سونپ کر ہماری آزمائش کا سامان کیا ہے۔ دعا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس آزمائش پر پورا اُترنے اور اپنی خوشنودی اور رضا کے حصول کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

☆☆☆

امریکا اور اس کے حواری

انسانی حقوق کے علمبردار یا بے گناہ انسانوں کے قاتل؟

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو

گزشتہ دنوں امریکا نے پاکستان، ایران، سعودی عرب، سوڈان، شام، افغانستان، عراق، لبنان، لیبیا، یمن، صومالیہ، نائیجیریا، الجیریا اور کیوبا کے باشندوں کی امریکی ایئرپورٹوں پر ان کو برہنہ کر کے ان کی جامہ تلاشی لینے اور ان کے ایکسریز نکالنے کے بعد ان کو اپنے ملک میں داخل ہونے کی اجازت دینے کے احکامات جاری کیے ہیں۔

سینٹ اور قومی اسمبلی کے اجلاسوں میں پاکستان کے ارکان پارلیمنٹ نے امریکہ کی جانب سے عائد کردہ ان ذلت آمیز احکامات کی سخت مذمت کی ہے، اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ امریکی حکومت سے کہا جائے کہ یہ احکامات ناقابل قبول اور انتہائی توہین آمیز ہیں، اس لیے امریکہ اپنے ان احکامات کو واپس لے اور اگر امریکہ اپنے ان احکامات کو واپس نہ لے تو حکومت پاکستان بھی امریکیوں کے لیے اس قسم کے اقدامات کا اعلان کرے کہ آج کے بعد جو بھی امریکی پاکستان آئے گا اس کی بھی اسی طرح جامہ تلاشی لی جائے گی اور احتجاج کے طور پر کوئی بھی پاکستان وزیر یا افسر اس وقت تک امریکا نہ جائے جب تک امریکا اپنے یہ احکامات واپس نہ لے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ امریکہ کی جانب سے شروع کردہ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ جو کہ حقیقت میں مسلمانوں کے خلاف اور اسلام کے خلاف جنگ ہے، اس جنگ میں پاکستان نے اربوں کھربوں کا اپنا نقصان بھی کیا، ہزاروں جانوں کا نقصان برداشت کیا، امریکہ کو خوش کرنے اور راضی رکھنے کے لیے اپنے شہروں کو بھی برباد کرایا، اپنے ہم وطنوں کو بھی تہہ تیغ کیا، امریکہ کو اڈے بھی دیئے، ہر قسم کی سہولیات بھی فراہم کیں، اس کے باوجود بھی امریکہ کی جانب سے پاکستانیوں کی تذلیل اور توہین کے احکامات صادر ہو رہے ہیں اور امریکہ کی جانب سے ڈومور (یعنی ابھی آپ نے تھوڑے لوگ مارے ہیں، مزید بے گناہوں کو مارو) کا مطالبہ ہو رہا ہے۔ حکومت پاکستان سوچے کہ امریکہ کی غلامی سے پاکستان کو کیا حاصل ہوا۔

قرآن مقدس میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ یہ یہودی اور عیسائی اس وقت تک تم سے راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ تم اپنا دین اسلام چھوڑ کر ان کے دین کو قبول نہیں کرو گے۔ ابھی حال ہی میں پاکستان کی بے گناہ بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے بارے میں امریکہ کے ایماندار، عدل و انصاف کے علمبردار اور ہیومن رائیٹس کے چیمپئن جج صاحبان کا فیصلہ بھی آپ حضرات کی نظروں سے گزرا ہوگا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ بندوق اُٹھا کر امریکا کے ساتھ جنگ شروع کر دیں، بلکہ ہمارا کہنا یہ ہے کہ آپ امریکہ کے ناجائز احکامات کو نہ مانیں، چند ڈالروں کے عوض قومی غیرت کو نیلام نہ کریں، اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کریں۔

اللہ رب العزت نے مملکت خداداد پاکستان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ بہت سارے ممالک میں آپ کو اتنے وسائل نظر نہیں آئیں گے جتنے اللہ رب العزت نے ہمیں دیئے ہیں۔ تیل، گیس کے ذخائر، کوئلے کے ذخائر، معدنیات کے ذخائر، سونے اور چاندی کے ذخائر، دریا، سمندر، بہترین نہری نظام، آباد زمینیں، سرسبز اور شاداب چراگاہیں، ہر قسم کی فصلیں، اناج، پھل فروٹ، جھیلیں، آبشاریں، خوبصورت پہاڑ، عظیم الشان وادیاں، وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے حکمران اگر ایمانداری کے ساتھ اپنے وسائل کو بروئے کار لائیں، کشکول اُٹھانے کی بجائے سادگی اور کفایت شعاری کو اپنائیں، بھیک مانگنا چھوڑ دیں، کاسۂ گداگری کو سمندر میں پھینک دیں، عیاشیاں چھوڑ دیں، اپنے ہم وطنوں کو رعایتیں دیں، ملکی صنعت کاروں کے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھیں، تو تھوڑے ہی عرصے میں ملک کی کایا کو پلٹا جا سکتا ہے، اور ہم خیرات لینے کی بجائے خیراتیں دینے والے بن سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے ہمت، جرأت، استقامت اور توکل علی اللہ کی اشد ضرورت ہے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

امریکا نے ہمارے اوپر جو پابندیاں لگائی ہیں اور اپنے ایئرپورٹوں پر پاکستانیوں سمیت جن چودہ ممالک کے باشندوں کی سخت ترین چیکنگ کے جو احکامات جاری کیے ہیں، میرے خیال میں اس کے اُس کے نزدیک دو سبب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ان ممالک میں جنگی جنون زیادہ ہے اور دوسرا یہ کہ شاید ان ممالک میں جرائم کی شرح سب سے زیادہ ہے۔

اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مذکورہ بالا دونوں اسباب کے بارے میں کچھ حقائق آپ کے سامنے رکھوں، تاکہ آپ خود فیصلہ کر سکیں کہ جنگی جنون مسلمانوں میں زیادہ ہے یا کفار میں، اور جرائم کی شرح کن ممالک میں زیادہ ہے، مسلمان ممالک میں یا کافروں کے ملکوں میں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پوری دنیا میں کوئی بھی ملک جنگی جنون کے حوالے سے امریکہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا، ویسے تو دوسرے کفار کے ممالک بھی اس حوالے سے کچھ کم نہیں۔

امریکا آج سے نہیں بلکہ 52-1951ء سے ایسی مذموم حرکتیں کر رہا ہے جس سے اس کا بھیانک چہرہ کھل کر سامنے آ رہا ہے۔ شروع ہی سے امریکہ کے عزائم استعماری اور توسیع پسندانہ رہے ہیں۔ 1950ء سے 1953ء تک کورین وار میں امریکہ نے تین لاکھ 26 ہزار 863 فوجی بھجوائے، جن میں سے 36 ہزار 544 مارے گئے، اس جنگ میں امریکہ نے 320 ارب ڈالر خرچ کئے اور اس جنگ میں 15 لاکھ انسان قتل کیے گئے۔ ویت نام وار میں 1964ء سے 1973ء تک امریکہ نے 5 لاکھ 49 ہزار فوجی بھجوائے۔ ان میں سے 48 ہزار 209 فوجی مارے گئے۔ اس جنگ پر امریکہ نے 686 ارب ڈالر خرچ کیے۔ اور اس جنگ

میں 13 لاکھ انسانوں کو قتل کیا گیا۔ 91-1990ء میں فرسٹ گلف وار میں امریکہ نے 6 لاکھ 96 ہزار 550 فوجی بھجوائے، جن میں سے 382 مارے گئے۔ اس جنگ پر امریکہ نے 96 ارب ڈالر خرچ کیے۔ 2003ء میں دوسری گلف وار میں امریکہ نے پہلی مرتبہ ایک لاکھ 15 ہزار فوجی بھجوائے اور دوسری مرتبہ 2009ء اڑھائی لاکھ فوجی بھجوائے، جن میں 4367 فوجی مارے گئے۔ اس جنگ پر امریکہ نے 648 ارب ڈالر خرچ کیے۔ اور گلف وار میں مجموعی طور پر تقریباً ایک لاکھ انسانوں کو قتل کیا۔ اس کے افغانستان میں 2001ء امریکہ نے 71 ہزار فوجی بھجوائے اور 171 ارب ڈالر خرچ کیے اور اس کے بعد مزید 30 ہزار فوجی بھجوائے اور 30 ارب ڈالر کا خرچ کیا۔ افغانستان میں 1979ء سے لے کر اب تک یعنی روس کی جانب سے مسلط کردہ جنگ سے لے کر اب امریکا کی جانب سے لڑی جانے والی جنگ تک مجموعی طور پر دس لاکھ سے زائد انسانوں کو لقمہ اجل بنایا گیا ہے۔ جب کہ لاکھوں لوگ اب تک اپنے گھروں سے محروم ہیں، اور دربدری کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

ویسے بھی اگر آپ کفار کی تاریخ کھولیں تو آپ ان کی درندگی دیکھ کر لرز جائیں گے۔ یہ لوگ جو اپنے آپ کو انسانی حقوق کا چیمپئن کہلواتے ہیں، اگر آپ ان کے کرتوت دیکھیں تو یہ آپ کو وحشی درندے نظر آئیں گے۔ یہ اسلام کے دشمن، انسانیت کے دشمن، امن وامان کے دشمن اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے باغی، انسانی حقوق کے علمبردار نہیں بلکہ یہ مظلوم انسانوں کے قاتل ہیں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ فرانس میں جب جمہوریت کے نام پر انقلاب برپا کیا گیا تو اس موقع پر 62 لاکھ لوگوں کو قتل کیا گیا تھا۔ 1914ء کی خطرناک جنگ عظیم میں جب یورپین ممالک کا جرمنی کے ساتھ جھگڑا ہوا تھا تو اس جنگ میں روس کے 17 لاکھ، فرانس کے 13 لاکھ 70 ہزار، اٹلی کے 4 لاکھ 20 ہزار، آسٹریلیاں کے 8 لاکھ، برطانیہ کے 7 لاکھ 20 ہزار، بلغاریہ کے ایک لاکھ، رومانیہ کے ایک لاکھ اور امریکہ کے 50 ہزار انسان قتل ہوئے تھے، مجموعی طور پر اس جنگ عظیم میں 73 لاکھ اور 38 ہزار لوگ قتل ہوئے تھے۔

دوسری جنگ عظیم کے موقع پر بھی کفار نے اربوں کھربوں ڈالر اور پونڈ جنگ پر خرچ کئے تھے، دوسری جنگ عظیم میں روس کے 7 لاکھ 50 ہزار، امریکہ کے 3 لاکھ، برطانیہ کے 5 لاکھ 50 ہزار، اٹلی کے 3 لاکھ، چین کے 22 لاکھ اور جاپان کے 15 لاکھ انسان مارے گئے تھے۔ ان تمام انسانوں کی مجموعی تعداد ایک کروڑ 6 لاکھ بنتی ہے۔ جب کہ لاکھوں لوگ ان جنگوں کی وجہ سے معذور اور اپاہج بن گئے تھے۔ پاکستان کو ایٹمی طاقت کی حیثیت سے برداشت نہ کرنے والے امریکہ نے جنگ عظیم دوم کے موقع پر ہیروشیما اور ناگاساگی پر ایٹم بم گرا کر آن واحد میں 2 لاکھ 75 ہزار بے گناہ انسانوں کو لقمہ اجل بنایا تھا۔ امریکہ نے ان شہروں پر 12 ہزار ٹن وزنی بم برسا کر شہری آبادیوں کو بھسم کیا تھا۔

یہ حقائق ہیں۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا جنگی جنون میں کافر ممالک کا اور خاص طور پر امریکہ کا دنیا کا دوسرا کوئی ملک مقابلہ کر سکتا ہے۔ امریکیوں کی خواہش ہے کہ ساری دنیا ان کی نوکری کرے وہ واحد سپر پاور کی حیثیت سے سب کو لتاڑے رہے، کوئی اس کی حکم عدولی نہ کرے، پوری دنیا کے انسان اس کی چوکھٹ پر جھکتے رہیں۔ جنگی جنون کے علاوہ دیگر جرائم کے حوالے سے بھی کافر ممالک سب سے آگے ہیں۔ مجموعی جرائم کے حوالے سے ٹاپ کرنے والے ٹاپ ٹین ممالک میں آئس لینڈ، سویڈن، نیوزی لینڈ، گرینیڈ، ناروے، برطانیہ، ڈنمارک، فن لینڈ، اسکاٹ لینڈ اور کینیڈا شامل ہیں، جن ممالک میں خودکشیاں زیادہ ہو رہی ہیں، ان میں نیوزی لینڈ، فن لینڈ، سوئٹزر لینڈ، کینیڈا، آسٹریلیا، آسٹریا، امریکہ، بیلجیم، فرانس اور سویڈن سرفہرست ہیں، جن ممالک میں قتل زیادہ ہو رہے ہیں۔ ان میں انڈیا، روس، کولمبیا، ساؤتھ افریقہ، امریکہ، میکسیکو، وینزویلا، فلپائن، تھائی لینڈ اور یوکرائن ٹاپ پر ہیں۔ جن ممالک میں منشیات کا کاروبار زوروں پر ہے ان میں جرمنی، برطانیہ، کینیڈا، ساؤتھ افریقہ، سوئٹزر لینڈ، بیلجیم، سویڈن، اٹلی، پولینڈ اور جاپان سرفہرست ہیں۔ مذکورہ بالا حقائق جو آپ کے سامنے پیش کیے گئے ہیں یہ بین الاقوامی ڈیٹا سے لیے گئے ہیں، جن کو ترتیب دینے والے مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں۔ ان حقائق سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں کافروں کے ملک بدامنی، قتل وغارت گری اور افراتفری کے حوالے سے سب سے آگے ہیں۔ لیکن ان ممالک کا میڈیا اپنے ممالک کے گناہوں کو چھپاتا ہے، اور بین الاقوامی سطح پر ان ممالک کی جو تصویر پیش کی جاتی ہے اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان ممالک میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوتی اور یہاں شاید سارے فرشتے رہتے ہیں۔ عوام الناس کو یہ حقیقت معلوم ہونی چاہیے کہ کفار ایک دوسرے کے دوست ہیں اور مسلمانوں کے ازلی دشمن ہیں۔ ان سے خیر کی توقع رکھنا فضول ہے۔ اگر ہمیں یہ ممالک کوئی امداد دیتے ہیں تو اس امداد کے پیچھے بھی ان کے اپنے مقاصد ہوتے ہیں۔

ہمارے حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کی ذات پر بھروسہ کریں، کافروں کی چوکھٹ پر جھکنے کی بجائے اللہ رب العزت کے دروازے پر جھکیں، اللہ سے مدد مانگیں، ہمارے میڈیا کو چاہیے کہ وہ کفار کے گیت گانے اور ان کے راگ الاپنے کی بجائے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے پیغام کو عام کریں۔ ہمارے دانشوروں کو چاہیے کہ وہ مغرب کی تقلید کی بجائے قوم کو غیرت کا سبق پڑھائیں۔ ہماری عدلیہ کو چاہیے کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق فیصلے صادر کرے اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرے۔ ہماری پارلیمنٹ کو چاہیے کہ وہ ایسی قانون سازی کرے جس کے نتیجے میں امت میں وحدت پیدا ہو اور قانون کی حکمرانی ہو۔ ہمارے افسران کو چاہیے کہ وہ رشوت اور ناجائز سفارش کی بجائے ایماندارانہ انداز میں کام کریں۔ ہمارے منتخب نمائندوں کو چاہیے کہ وہ میرٹ کا قتل عام رکوائیں، حقداروں کو ان کا حق دلوائیں اور غریب مسکین، بے بس اور بے کس لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کروائیں۔ ہماری فوج کو چاہیے کہ وہ اپنے ماٹو پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ ساری دنیا کو پتہ ہے کہ پاک فوج کا ماٹو ہے ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ۔

اگر ہماری قوم بے ایمانی کو چھوڑ کر ایمانداری کا راستہ اختیار کرے، شیطان کی اطاعت کو چھوڑ کر تقویٰ اور پرہیزگاری اور خوف خدا کو اپنائے اور بزدلی اور بے غیرتی کی چادر کو پھینک کر جہاد فی سبیل اللہ کے فلسفہ پر عمل کرلے تو ہم آج بھی دنیا میں باعزت مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ ایٹمی طاقت ہونے کے باوجود ہماری ذلت اور غلامانہ ذہنیت سمجھ سے بالاتر ہے۔ ہماری قوم کو چاہیے کہ وہ مخلص اور منافق میں، دوست اور دشمن میں، اپنے اور پرائے میں، اللہ کے بندوں اور شیطان کے بندوں میں فرق کرے اور وقت آنے پر ایمان دار قیادت کو آگے لائے۔ اللہ رب العزت ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ پاک ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے اور ہمارے ملک کو اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ فرمائے۔ آمین

☆☆☆

نائن الیون کی سازش

تجزیہ کار کیا کہتے ہیں؟

ترجمہ: محمد فہیم

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب

"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"

کا قسط وار اُردو ترجمہ

افغانستان پر حملہ اور قبضہ کے لیے نائن الیون کا واقعہ بڑے کھیل کا حصہ تھا، بالکل اسی طرح جس طرح کہ عراق پر حملہ کرنے کے لیے تباہ کن ہتھیاروں کی موجودگی کے سلسلہ میں جھوٹ پر جھوٹ بول کر راہ ہموار کی گئی تھی۔ یہ بات ماننا مشکل ہے کہ نائن الیون کے متعلق بُش کے متضاد بیانات، دھوکہ، فریب اور جھوٹ اُن کی نااہلیت یا پریشان حالی کا نتیجہ ہیں۔ اگر دستیاب حقائق سے صرف نظر کیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ نائن الیون جیسی ظالمانہ کارروائی کی سازش کرنے والے نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے۔ امریکی اور اس کے اتحادیوں کے سابق اور موجودہ اعلیٰ حکام کے حال ہی میں یہ بیانات سامنے آئے ہیں کہ نائن الیون حملوں کی حقیقت وہ نہیں جو نظر آتی ہے یا جس طرح کہ سرکاری طور پر اسے پیش کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر یو پی آئی پریس انٹرنیشنل کے جان ڈائل نے واشنگٹن ٹائمز میں لکھا ہے کہ بُش کے پہلے دورِ صدارت کے دوران محکمہ محنت میں چیف اکانومسٹ کے عہدہ پر فائز مارگن رینالڈ نے اب نائن الیون حادثہ میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے گرنے کے واقعہ پر سخت شکوک وشبہات کا اظہار کیا ہے۔ رینالڈ کا خیال ہے کہ سرکاری بیان جعلی ہے اور زیادہ قرین قیاس بات یہ ہے کہ ان جڑواں ٹاورز اور ان سے متصل بلڈنگ نمبر 7 کو ایک منضبط (Controlled) طریقہ سے گرایا گیا ہو۔ رینالڈ جو ڈلاس کے نیشنل سنٹر فار پالیسی انالسس میں بحیثیت ڈائریکٹر کریمنل جسٹس سنٹر کام کر چکے ہیں، اس وقت ٹیکساس کے اے اینڈ ایم یونیورسٹی میں بحیثیت پروفیسر ایمریٹس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے:

”لگتا ہے کہ معاملہ (ڈرامہ) اندرون خانہ ہی بنایا گیا ہے اور امریکہ پر یہ ضرب خود اس کی اپنی حکومت نے لگائی ہے۔ کسی بھی انجینئرنگ اصول اور سائنسی مباحثہ سے سرکاری بیان کی توثیق نہیں ہو سکتی۔ ظروف واحوال ایسے ہیں جن کی بنیاد پر سرکاری مفروضہ کی تردید کی جاسکتی ہے۔ تمام حقائق اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ صرف ایک ہنرمندانہ طریق کار (Professional demolition) ہی کے ذریعے ان تینوں عمارتوں کو زمین بوس کرنا ممکن ہوا ہے۔“ (بحوالہ واشنگٹن ٹائمز 14 جون 2005ء)

رینالڈ رپورٹ کا تفصیلی تجزیہ لیوراک ویلز کی ویب سائٹ پر دستیاب ہے، جسے بُش کا ساتھ دینے والے کنزرویٹو اخبارات بھی نظرانداز نہ کر سکے۔

بہت سے بارسوخ کنزرویٹو اور سابقہ اہلکاروں نے بھی سرکاری کہانی پر شکوک کا اظہار کیا ہے۔ مثال کے طور پر ریگن عہد کے اسسٹنٹ سیکرٹری خزانہ پال کریگ رابرٹس کا دعویٰ ہے کہ نیوکونز کا ایجنڈا اسی طرح کی دیوانگی ہے جیسے کہ ہٹلر اور نازی پارٹی کی دیوانگی تھی، جنھوں نے روس پر جاڑے کے عین وسط میں حملہ کیا۔ پال کریگ کوئی عام آدمی نہیں۔ اس کا نام ”کون کون ہے“ (Who is who) کی فہرست میں شامل ہے جس میں دُنیا کے سب سے زیادہ بااثر سیاسی مفکرین کے ایک ہزار ناموں کا اندراج ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر رابرٹ ایم بومین نے اپنے ایک تفصیلی بیان میں اپنی ویب سائٹ پر بعض ایسے سوالات پوچھے ہیں، جن کا ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا جاسکا۔ یہ صاحب ایک اہم شخصیت ہیں جو ڈیموکریٹس اور ری پبلکن دونوں حکومتوں میں یو ایس سٹار وار سپیس ڈیفنس پروگرام کے ڈائریکٹر رہ چکے ہیں۔

جرمن کابینہ کے ایک سابق وزیر وان بلو کا یقین ہے کہ سی آئی اے ہی نے نائن الیون کا ڈرامہ رچایا، تاکہ بعدازاں افغانستان اور عراق پر ہونے والی جارحیت کے لیے جواز پیدا کیا جاسکے۔ ان کی کتاب "The CIA and September 11" ایک لاکھ تک فروخت ہو چکی ہے۔ مسٹر وان نے ”ڈیلی ٹیلگراف“ کو بون میں واقع اپنے گھر میں بتایا کہ جو کچھ کہ میں کہتا ہوں وہ صحیح ہو تو پھر تو امریکی حکومت کے کل اہلکاروں کو جیل جانا چاہیے۔ انھوں نے مزید کہا کہ انھوں نے حقائق کو پس پردہ رکھ کر تمام شہادتوں کو مٹایا اور 19 مسلمانوں کی کہانی گھڑ لی، جو مبینہ طور پر اسامہ بن لادن کی القاعدہ کے ساتھ منسلک تھے، تاکہ وہ خود کردہ خفیہ آپریشن کو چھپا سکیں۔ مسٹر وان بلو اپنے بیان کا اختتام اس طرح کرتا ہے:

”جو کچھ 11 ستمبر کو میں نے دیکھا وہ انٹیلی جنس ایجنسیوں کے مکمل تعاون کے بغیر پایۂ تکمیل تک پہنچانا ناممکن ہے۔ جو کوئی اس کو کنٹرول کر رہا تھا، اسے خوب معلوم تھا کہ اس سے صرف مسلم دُنیا کو ضرر پہنچایا جاسکتا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اس میں یو ایس کی پوری سرکاری مشینری کا کردار ہے۔ میری تھیوری کو اس بات سے پوری تقویت ملتی ہے کہ حکومت (واشنگٹن) نے اس ضمن میں کوئی ثبوت پیش کرنے کی تکلیف گوارا نہ کی“۔ (بحوالہ ڈیلی ٹیلی گراف 20 نومبر 2003ء)

سابقہ ایم آئی 5 کے ایجنٹ ڈیوڈ شیلر کا کہنا ہے کہ نائن الیون کے متعلق اس کے شکوک پہلی دفعہ اس وقت پیدا ہوئے جب جرم کی تفتیش کی راہ، باقیات کو فوری طور پر ہٹا کر چین منتقل کر کے مسدود کر دی گئی۔ شیلر کہتا ہے: ”کسی کرائم سین یعنی جائے وقوعہ پر سے چیزوں کو ہٹانے کی کارروائی خود ایک جرم ہے۔ تاہم نائن الیون واقعہ کی تمام باقیات (دھات + کنکر پتھر وغیرہ) کو سمندری راستے سے چائنا منتقل کیا گیا، اور اس کو کسی عدالتی تحقیقات کے لیے پیش کیا گیا اور نہ ہی پبلک کے سامنے لایا گیا۔ اس سے میں یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ امریکی نہیں چاہتے تھے کہ کوئی بھی اس مواد کو دیکھ پائے، کیونکہ اس سے ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی تھی کہ لوگوں کو بتایا جاسکے کہ یہ کام القاعدہ نے کیا ہے۔“

اور بھی بہت سے لوگ سرکاری کہانی سے مختلف سوچ رکھتے ہیں۔ ان میں بہت سارے سرکاری اہلکار،

جرمن کابینہ کے ایک سابق وزیر وان بلو کا یقین ہے کہ سی آئی اے ہی نے نائن الیون کا ڈرامہ رچایا، تاکہ بعدازاں افغانستان اور عراق پر ہونے والی جارحیت کے لیے جواز پیدا کیا جاسکے

ماہرین اور سابقہ امریکی ذمہ داراں شامل ہیں۔ مثلاً بریگھم ینگ یونیورسٹی کے علمِ طبیعات کے ایک پروفیسر سٹیون ای جونز نے حال ہی میں کہا ہے کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو ایک کنٹرولڈ طریقہ ہی سے زمین بوس کیا گیا۔ نو ہزار الفاظ کے ایک مضمون میں جو اس کی زیر تصنیف کتاب "The Hidden History of 9/11" میں شامل کیا جائے گا، سٹیون ای جونز کہتا ہے کہ تینوں عمارتیں ترتیب اور ضابطہ سے ایسے گریں کہ وہ آ کر خود اپنی بنیاد یا قاعدہ (قدموں) ہی پر ڈھیر ہوگئیں۔ ایسا تب ہو سکتا ہے جب گرانے کا عمل ایک کنٹرولڈ کارروائی ہو۔ ڈبلیو ٹی سی 7 بلڈنگ کو تو ہائی جیک طیاروں نے ہٹ نہیں کیا تھا، وہ کیسے 6.6 سیکنڈ میں زمین پر آ لگی یعنی کسی رکاوٹ کے حائل ہوئے بغیر زمین پر گرنے والی چیز کے مقابلے میں اُس نے صرف 0.6 سیکنڈ زیادہ لئے۔ بحیثیت ایک طبیعاتی ماہر جونز Conservation of Momentum کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ ایسا ناممکن ہے جب تک ایکسپلوسیو کے ذریعے نیچے والی چھتوں کی رکاوٹ کو اوپر سے گرنے والی چھتوں کی راہ میں حائل نہ ہونے دیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ اصل حقیقت تب سمجھ میں آ سکتی ہے جب ایکسپلوسیو ڈیمالیشن ہائی پاتسیس (Explosive Demolition Hypothesis) کو ملحوظ رکھا جائے۔ ایسے مشاہدات کا کسی بھی تحقیقی ادارے بشمول FEMA، NIST اور نائن الیون کمیشن نے تجزیہ کے لیے مطالعہ ہی نہیں کیا۔

میتھس لیوی جو کتاب "Why Buildings Fall Down" کا شریک مصنف اور عمارتوں کے گرنے کے عمل کا ایک ماہر ہے، کہتا ہے کہ ''کنٹرولڈ ڈیمالیشن'' سے بلڈنگ سیدھے نیچے آ رہی ہوتی ہے (بالکل درخت گرنے کے عمل کے برعکس) کیونکہ عمودی کالمز (سہارے) دھماکہ خیز مواد کے ذریعے بیک وقت تباہ کر دیئے جاتے ہیں اور نائن الیون کو یہی کچھ ہوا۔

مسٹر مائیک ٹیلر جو ڈولس ٹاؤن پنسلونیا میں نیشنل ایسوسی ایشن آف ڈیمالیشن کنٹریکٹرز کا سربراہ ہے، بیان کرتا ہے کہ کہ ٹاورز کا زمین بوس ہونا بالکل ایک کلاسک کنٹرولڈ ڈیمالیشن لگتا ہے۔ فائر انجینئرنگ ٹریڈ میگزین کے ایڈیٹر بل مینگ نے کہا کہ ٹاورز گرنے کے متعلق جو تفتیش ہے اس کی حقیقت ایک نیم پختہ سوانگ کی ہی ہے، جو رچایا گیا ہو۔

بہت سے دوسرے فائر فائٹرز، قانون نافذ کرنے والے اہلکار اور قابل اعتماد گواہوں نے بھی امریکی انتظامیہ کی نائن الیون اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے گرنے کے متعلق وضاحتوں کو ناقابل یقین گردانا ہے۔ مثلاً 'یو ایس اے ٹوڈے' کے رپورٹر جیک کیلی نے لارن آش برن کو نیویارک کے نائن الیون کرائم سین سے بتایا کہ ایف بی آئی کو یقین ہے کہ بلڈنگ کے بیسمنٹ میں بم رکھے گئے تھے، جن کی وجہ سے بلڈنگ زمین بوس ہوئی۔ نیویارک فائر ڈیپارٹمنٹ کا چیف بھی بموں کی موجودگی کی بات کرتا ہے۔ (جاری ہے)

☆☆☆

پریس ریلیز

حافظ عاکف سعید

سیرت کا اصل پیغام یہ ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے استحصالی نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر دین حق کو قائم اور شریعت محمدیؐ کو نافذ کیا جائے

امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی بن کر حکمرانوں نے اپنے شہریوں کو بارود کے ڈھیر پر لا کھڑا کیا ہے

1◀ سیرت النبی کا اصل پیغام یہ ہے کہ اللہ کی مدد کے بھروسے پر باطل قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے اور انسانوں کے بنائے ہوئے استحصالی نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر دین حق کو قائم اور شریعت محمدیؐ کو نافذ کیا جائے اور اس طرح اللہ اور رسول کے ساتھ وفاداری کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ لیکن آج بدقسمتی سے پاکستانی قوم باطل نظام کی محافظ اور صلیبی و ابلیسی قوتوں کی وفادار بن کر اللہ کے غضب کو بھڑکانے پر تلی ہوئی ہے۔ امریکی غلامی میں ہم اتنے آگے جا چکے ہیں کہ ان کی خوشنودی کی خاطر طالبان افغانستان کو جو اللہ اور رسول ﷺ کے سچے وفادار ہیں، کچلنے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ یہ طرز عمل اللہ کے عذاب کو آواز دینے کے مترادف ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ سورۃ الحدید کے مرکزی مضمون پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ استحصالی معاشرہ دین کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس غیر فطری نظام میں جرائم اور شیطنت فروغ پاتی ہے۔ اس لیے اللہ نے نبیوں کے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ ایسا معاشرہ قائم کریں جس میں لوگ عدل و انصاف پر قائم ہو جائیں اور اس نظام کے سائے میں وہ یکسوئی سے اللہ کی بندگی کر سکیں۔ لیکن جن لوگوں کے مفادات اس باطل نظام سے جڑے ہوتے ہیں وہ اللہ کے عادلانہ نظام کے قیام میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ چنانچہ اللہ نے اس سورۂ مبارکہ میں بتایا کہ اللہ نے اپنی کتابوں اور عادلانہ نظام اجتماعی کے ساتھ ایسے لوگوں کی بیخ کنی کے لیے لوہا بھی اتارا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رحمت للعالمین نبی اکرم ﷺ کو بھی ہاتھ میں تلوار اُٹھانا پڑی۔ آپؐ کے قائم کردہ نظام کی برکات کو دیکھ کر دنیا میں انسانوں کی ایک بڑی تعداد دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ آج یہ ہماری سب سے بڑی محرومی اور اللہ کے خلاف باغیانہ روش ہے کہ 57 اسلامی ملکوں میں سے کہیں اللہ کا دین قائم نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم ناروے میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر بجا طور پر احتجاج کرتے ہیں لیکن کبھی اپنے گریبان میں جھانکیں کہ ہم خود نبی اکرم ﷺ کے نظام کو قائم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اس دنیا میں امت مسلمہ کا امتحان یہ ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ سے وفاداری اختیار کرتے ہوئے شیطانی قوتوں سے پنجہ آزمائی کریں۔ لیکن ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ہماری وفاداری کس کے لیے ہے؟ آج دنیا کے سامنے ہمارا نقشہ ایک اجڈ اور جذباتی قوم کا ہے۔ لہٰذا دنیا کیسے اس نظام کی برکات سمجھ سکتی ہے۔ اس کے لیے ہمیں وہ نظام رحمت قائم کر کے دکھانا ہوگا۔ اس نظام سے صرف دنیا کی خیر و برکات ہی حاصل نہیں ہوتیں، بلکہ آخرت کی کامیابی بھی اسی سے وابستہ ہے۔ (پریس ریلیز: 5 مارچ 2010ء)

2◀ عوام کی حفاظت سے لاتعلق حکمران تمام وسائل اور ذرائع اپنی ذاتی سیکیورٹی کے لئے وقف کر چکے ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ وہ قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور کے عقب میں ہونے والے ایک قیامت خیز دھماکے پر تبصرہ کر رہے تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ بار بار کی یاددہانیوں کے باوجود حساس تفتیشی ادارے کو رہائشی علاقے سے منتقل نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ حکمران عوام کے جان و مال کے نقصان کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی بن کر حکمرانوں نے اپنے شہریوں کو بارود کے ڈھیر پر لا کھڑا کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکہ نے بڑی عیاری سے اپنی بلا ہمارے گلے ڈال دی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکہ خطے سے نکل جائے تو یہ علاقہ امن کا گہوارہ بن جائے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ حکمران ہوش کے ناخن لیں، پرائی آگ میں نہ کودیں اور امریکی جنگ سے فوری طور پر علیحدگی اختیار کر لیں۔ (پریس ریلیز: 8 مارچ 2010ء)

(جاری کردہ مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

بلٹ پروف بدمست ہاتھی

بی بی سی اردو ڈاٹ کام سے ماخوذ

وسعت اللہ خان

مجھے چھبیس فروری کے اس واقعے نے اس تحریر پر مجبور کیا ہے کہ کوئٹہ میں صدر زرداری کے دورے کے موقع پر اہم شاہراہوں کی دو گھنٹے تک ناکہ بندی کے دوران ہزاروں شہری متاثر ہوئے اور ایک بھائی اپنی بہن کو بروقت اسپتال نہ پہنچا سکا۔

وی وی آئی پی سکیورٹی پر مامور سپاہیوں نے ان کی ایک نہ سنی اور رکشے میں ہی عورت نے بچے کو جنم دے دیا۔ اس کے بعد ہی ہمارے ذہین سکیورٹی اہلکاروں نے رکشے کو سڑک پار کرنے کی اجازت دی۔

اگرچہ حکومتِ بلوچستان نے اس واقعہ پر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے بچے کی پرورش کے لیے ایک لاکھ اور صدر زرداری نے پانچ لاکھ روپے کا اعلان کیا ہے۔ جب کہ وزیرِ اعظم یوسف رضا گیلانی نے اس بچے کو اپنے خرچ پر گریجویشن تک تعلیم دلانے کا وعدہ کیا ہے۔ مگر کیا اپنا احساسِ جرم چھپانے کے لیے صرف ایک بچے کو نوازنے سے لاکھوں شہریوں کو درپیش وہ مسائل ٹھیک ہو جائیں گے جو وی وی آئی پی موومنٹ سے پیدا ہوتے ہیں؟

رکشے میں بچے کی پیدائش کے واقعے سے چار روز پہلے جنوبی پنجاب میں چولستان کار ریلی کے موقع پر صوبائی مشیر ذوالفقار کھوسہ کے وی آئی پی سکواڈ میں شامل ایک پولیس وین نے ایک موٹر سائیکل سوار کو کچل کر ہلاک اور دو کو شدید زخمی کر دیا۔ گزشتہ ماہ لاہور میں چیف سیکرٹری پنجاب کی گاڑی نے ایک پیدل ریٹائرڈ کرنل کو ٹکر مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ کراچی کی شاہراہ فیصل پر وی وی آئی پی موومنٹ کے موقع پر 2006ء سے اب تک ایک بیمار لڑکی سمیت کم از کم پانچ افراد بروقت اسپتال نہ پہنچائے جانے کے سبب ٹریفک جام میں پھنس جانے والی ایمبولینسوں میں دم توڑ چکے ہیں۔

کیا کسی وی وی آئی پی کو اندازہ ہے کہ اس کی نقل و حرکت کے لیے پوری پوری شاہراہوں اور علاقوں کی گھنٹوں پہلے ناکہ بندی کے نتیجے میں کتنے ہزار لوگ ہیں جو بروقت دفاتر اور اپنے اپنے کام کاج پر نہیں پہنچ سکتے۔ کتنے بچے ہیں جو سکول جا پایا آ نہیں سکتے۔ کتنے مسافر ہیں جو ٹرینوں اور فلائٹوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔

کیا کبھی ان وی وی آئی پیز نے ایک سو بیس کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے زن زن کرتی اپنی بلٹ پروف گاڑی کے کالے شیشوں سے یہ دیکھنے کی زحمت کی ہے کہ ان کے محافظوں سے بھری گاڑیاں کس طرح عام لوگوں کی چلتی ہوئی کاروں اور موٹر سائیکلوں کو بندوقیں لہرا لہرا کر، ہوا میں مکے اور گالیاں اچھالتے ہوئے زگ زیگ راستہ بنانے کی کوشش کرتی ہیں اور اس لمحے وی وی آئی پی سکواڈ میں شامل ایک معمولی کمانڈو بھی سامنے والے کو کیڑا مکوڑا اور خود کو خدا سمجھ رہا ہوتا ہے۔ حالانکہ اسی کیڑے مکوڑے کے دیے گئے ٹیکس سے ہی اس چھوٹے سے فرعون کے گھر کا چولہا جلتا ہے اور اسی کیڑے مکوڑے کے ووٹ سے وی آئی پی کو بلٹ پروف گاڑی میں بیٹھنا نصیب ہوتا ہے۔

اس پر طرفہ وزیرِ اعظم یوسف رضا گیلانی کا یہ بیان کہ بچہ تو کہیں بھی پیدا ہو سکتا ہے، رکشے میں بھی اور جہاز میں بھی۔ اس کی ذمہ داری وی آئی پی موومنٹ پر نہیں ڈالی جا سکتی ہے۔ کیا وزیرِ اعظم تب بھی ہنستے ہوئے یہی بات کرتے اگر ان کے کنبے کی کسی عورت کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آتا؟ اور جناب والا جس طرح انسان کہیں بھی پیدا ہو سکتا ہے اسی طرح کہیں مر بھی تو سکتا ہے۔ پھر ان وی آئی پیز کو اپنی زندگی محفوظ رکھنے کے لیے اتنے کمانڈوز اور بلٹ پروف سکواڈ کی آخر کیا ضرورت ہے؟

اگر کوئی چاہے تو یہ مسئلہ چٹکی بجاتے یوں حل ہو سکتا ہے کہ وی وی آئی پیز اپنی نقل و حرکت کے لیے ہیلی کاپٹر استعمال کریں یا ان ممالک کی سکیورٹی ایجنسیوں کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں جو اپنے وی وی آئی پیز کو شہری زندگی معطل کیے بغیر مکھن میں سے بال کی طرح بحفاظت نکال کے لے جاتی ہیں۔

مگر مجھے اور مجھ جیسے کروڑوں شہریوں کو معلوم ہے کہ پرنالہ یونہی بہتا رہے گا۔ کیونکہ ہمارا حکمران طبقہ فیوڈل ذہنیت رکھتا ہے۔ جس میں ہٹو بچو کی صداؤں، شان و شوکت کے مظاہرے اور طاقت و برتری کے اظہار کو لاکھوں کروڑوں عام لوگوں کی مشکلات پر ہمیشہ فوقیت حاصل رہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے عام آدمی شاہی ہاتھی کے پاؤں تلے کچلا جاتا تھا، آج بلٹ پروف گاڑی کے نیچے آ جاتا ہے۔

☆☆☆

وقت ہے کام کا! .....

مومن خان مومنؔ اپنے تخلص کی حد تک ہی مومن نہیں تھے، ایک اور نسبت سے بھی مومن کہلائے جا سکتے ہیں۔ اپنے عہد کے شاعروں میں ایک وہی تھے جو سید احمد شہید کی تحریک سے متاثر تھے۔ چنانچہ اس حوالے سے انہوں نے جہاد پر ایک مثنوی بھی لکھی، جس کے چند اشعار ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

پلا مجھ کو ساقی شرابِ طہور
کہ اعضا شکن ہے خمارِ فجور
بہت کوشش و جاں نثاری کروں
کہ شرعِ پیمبرؐ کو جاری کروں
دکھا دوں بس انجام الحاد کا
نہ چھوڑوں کہیں نام الحاد کا
زہے سید احمد قبول خدا
سرِ اُمتانِ رسولِ خدا
ہوا مجتمع لشکر اسلام کا
اگر ہو سکے وقت ہے کام کا!

☆☆☆

میں تنظیم میں کیسے شامل ہوا؟

سید فضل ربی شاہ

میرا پورا نام سید فضل ربی شاہ ولد قاضی فضل رحیم ہے۔ میرا تعلق مالاکنڈ ایجنسی کی تحصیل بٹ خیلہ کے گاؤں تھانہ سے ہے۔ تاریخ پیدائش 15 جون 1957ء ہے۔ میرے والد پرائمری سکول ٹیچر تھے، جو 1980ء میں انتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ ہم تین بھائی اور ایک بہن ہیں۔ تینوں بھائیوں میں میرا دوسرا نمبر ہے۔ میرے دونوں بھائی دنیاوی اعتبار سے بہت کامیاب انسان ہیں، جبکہ میں حلال روزی پر قناعت کے سبب شاید ناکام۔ 15 اکتوبر 1982ء کو میری شادی ہوئی۔ میرے بھائیوں نے رہائش کے لیے بڑے عالی شان گھر تعمیر کر لیے ہیں، جبکہ میں نے حال ہی میں اپنی آبائی زمین پر معمولی سا گھر بنایا ہے۔ افتادِ زمانہ اور دگرگوں ملکی حالات کے باعث بلڈ پریشر کا مریض بن چکا ہوں۔ جب کبھی اتفاق سے میں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ بیٹھتا ہوں تو لوگ مجھے بڑا بھائی سمجھتے ہیں۔

ہمارے بزرگوں میں ایسی اخلاقی خوبیاں اور عظمتیں موجود تھیں، جن کی بدولت وہ تمام مشکلات پر قابو پا لیتے تھے اور دُنیا میں عزت و وقار کے ساتھ جیتے اور سر اُٹھا کر چلتے تھے۔ ان ساری خوبیوں اور صلاحیتوں میں سرفہرست ''غیرت'' کا جذبہ تھا، جو آج کمزور پڑتا جا رہا ہے۔ آج ہم مسلمانوں خصوصاً پاکستانیوں کو جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ جذبۂ غیرت اور عزت نفس ہے۔ اسی جذبے کو علامہ اقبال نے خودی کا نام دیا ہے۔ غیرت وہ جذبہ ہے جو نسل در نسل منتقل ہوتا ہے۔ تعلیم و تربیت اور عملی مثالوں کے ذریعے ہمارے بزرگ یہ جذبہ اگلی نسلوں میں منتقل کرتے تھے۔ اگر کسی کو تعلیم، ماحول یا اپنے خاندان سے یہ جذبہ نہ ملا ہو تو محض عقلی دلائل سے کوئی اس کا قائل نہیں ہو سکتا۔ غیرت کا مطلب یہ نہیں کہ غیظ و غضب کا مظاہرہ کیا جائے یا غصہ کے ردِعمل میں غصہ اور طیش کا اظہار کیا جائے بلکہ غیرت ایک مثبت اور تعمیری جذبے کا نام ہے۔ چینی زبان کی ایک کہاوت ہے کہ اگر کسی کی ایک وقت کی بھوک مٹانی ہو تو اُسے مچھلی پکڑ کر دے دو اور اگر اُسے عمر بھر کا وسیلہ دینا ہو تو اُسے مچھلی پکڑنا سکھا دو۔ پُرانے وقتوں کے لوگ یقیناً اس لحاظ سے بہت خوش قسمت تھے کہ ان کے درمیان باہمی اعتماد کا رشتہ موجود تھا۔ پہلے ہر رشتے پر اعتبار اور ہر انسان کو رشتوں کا پاس ہوتا تھا لیکن اب تو خونی رشتوں پر بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ انسان اپنے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں سے بھی اپنی باتیں چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر خاوند اپنی بیوی سے اپنی ماہانہ تنخواہ چھپاتا ہے تو بیوی شوہر سے اپنی میکے کی خامیاں چھپاتی نظر آتی ہے۔ پہلے وقتوں میں یہ ہوتا تھا کہ لوگ اپنی کمزوریاں دور کرنے کے لیے قریبی رشتہ داروں سے صلاح و مشورہ کیا کرتے تھے۔ اب بے اعتباری کا خوف اس قدر بڑھ چکا ہے کہ انسان اپنے آپ تک محدود ہو گیا ہے۔ ہم اسلام کی تعریف و توصیف اور اقرار تو کرتے ہیں مگر ذہناً انگریز اور عملاً ہندوؤں کے غلام بن چکے ہیں۔

میں شروع سے ہی نماز کی پابندی، ذکر و اذکار اور عبادت گزاری کا شغف رکھتا تھا اور ایک صاحب علم سے ترجمہ قرآن مع خلاصہ پڑھ چکا تھا۔ جس کے پڑھنے کے بعد مجھ میں یہ احساس پیدا ہوا کہ دینداری صرف نماز، روزہ نہیں بلکہ دین پوری زندگی میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرنے کا نام ہے۔ میں تبلیغی بھائیوں کے ساتھ گشت بھی کرتا تھا اور جماعت اسلامی کے دروس قرآن میں بھی شرکت کرتا تھا۔ خاص طور پر مولانا گوہر رحمان مرحوم جب بٹ خیلہ تشریف لاتے تو اُن کے درس قرآن میں خصوصاً شریک ہوتا۔ جب مجھے محکمہ شاہرات (Building & Roads) میں ملازمت ملی تو میں سرکاری رہائش گاہ میں منتقل ہو گیا۔ میری رہائش مسجد سے فاصلہ پر تھی۔ اسی مسجد میں محمد فہیم خان صاحب کبھی کبھار ذکر و اذکار کی محفل میں شرکت کے لیے آیا کرتے تھے اور امام صاحب کی عدم موجودگی میں امامت کا فریضہ بھی ادا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک دن مجھ سے اسی مسجد میں درس قرآن منعقد کروانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی شخصیت اور دین کے حوالے سے ان کی خدمات سے مجھے متعارف کروایا۔ محمد فہیم صاحب کا انداز بہت دلکش تھا۔ وہ نہایت واضح انداز میں بات کرتے تھے۔ انہی کی دعوت پر میں نے پہلی دفعہ تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع منعقدہ 28 تا 30 اپریل 1979ء میں شرکت کی۔ 1984ء میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب دعوتی و تنظیمی دورے پر باجوڑ تشریف لائے تو میں نے محترم فہیم خان صاحب کے ساتھ مل کر ڈاکٹر صاحب کے پروگراموں کو کامیاب بنانے کے لیے سعی و جہد کی۔

میرے خیال میں دنیا میں دو طرح کی اقوام پائی جاتی ہیں: ایک وہ جن میں کارکنوں کا ہجوم اور قیادت کا فقدان ہوتا ہے جبکہ دوسری وہ جن میں کارکنوں کی جنس نایاب اور قیادت کا ہجوم ہوتا ہے۔ میرے مطابق جب تک ساری قیادت کارکن بننے کا تہیہ نہ کرے، وہ قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ موجودہ دور میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد، ڈاکٹر ذاکر نائیک اور احمد دیدات (مرحوم) دین اسلام کی ترویج اور نشر و اشاعت میں پیش پیش ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی زندگیاں اسلام کے لیے وقف کر رکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو شرف قبولیت بخشے۔

جنرل ضیاء الحق کے دور میں بانیٔ تنظیم اسلامی کے دروس کے خلاف مظاہرے اور پریس کا منفی پروپیگنڈا میرے لیے انتہائی تکلیف دہ تھا۔ مجھے ڈاکٹر صاحب کی یہ تعلیم کہ ''دین اسلام کو قائم کرنے کے لیے میدان میں وہ لوگ آئیں جو اپنی ذات، اپنے گھروں، اپنی معاش اور معاشرت میں دین اسلام نافذ کر چکے ہوں'' ہمیشہ یاد رہتی اور متاثر کرتی ہے۔ 1987ء میں میں نے تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع سے واپسی کے موقع پر تنظیم اسلامی میں باقاعدہ شمولیت اختیار کی۔ البتہ اپنے ناموافق حالات کے سبب مبتدی تربیت گاہ میں قدرے تاخیر سے یعنی 6 تا 12 فروری 2000ء اور ملتزم تربیت گاہ 2008ء میں شرکت کی۔ جس سے میں فکر تنظیم اسلامی سے قدرے بہتر انداز میں متعارف ہوا۔

میں اپنی ملازمت کے سلسلے میں 5 سال تک پشاور میں مقیم رہا۔ میری رہائش دفتر تنظیم اسلامی میں ہی تھی، جہاں میں بہت سے اچھے رفقاء سے بھی ملا۔ وہاں میں نے رفقاء کے درمیان ''رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ'' کی کمی کو بھی محسوس کیا۔ 1988ء میں میرا تبادلہ میرے آبائی علاقے میں ہو گیا جہاں اسرہ تھانہ میں دیگر رفقاء تنظیم اسلامی کی معیت میں ذاتی رابطوں کے ذریعے دین کے پیغام کو پھیلانے میں مصروف ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان عاجزانہ کوششوں کو اپنی بارگاہ الٰہی میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین!

ڈارون ازم اور انسانی حقوق

ایئرپورٹوں پر سکینرز انسانوں کو جانوروں کی سطح تک گرا دینے کا اعلان ہے

پروفیسر ڈاکٹر تسنیم احمد

اس وقت دنیا میں انسان کی منزلت کے بارے میں دو آراء کے درمیان ایک تصادم برپا ہے۔ گروہ اوّل کا خیال یہ ہے کہ انسان اپنی حیثیت میں ایک شان اور فوقیت رکھتا ہے جو اس کے پیدا کرنے والے نے عطا کی ہے اور دوسرے گروہ کا اس بات پر اصرار ہے کہ بحیثیت انسان اسے دوسرے جانور پر کوئی فوقیت نہیں۔

ڈارون نے کہا کہ انسان خصوصی طور پر نہیں پیدا کیا گیا بلکہ ایک عام سا جانور ہے اور فرائیڈ نے اس میں مزید یہ تڑکا لگایا کہ اس کی کوئی آزاد مرضی بھی نہیں جس کی بنیاد پر وہ عام کیڑے مکوڑوں اور جانوروں سے ممتاز کوئی جان دار ہو۔ اس نے کہا کہ انسان کی تو کچھ جبلتیں ہیں، کچھ لاشعوری رویئے ہیں اور کچھ جذبات ہیں جو اس کو جہاں چاہتے ہیں بہائے لئے جاتے ہیں اور ان پر اس کا کوئی کنٹرول نہیں۔ ایسا نہیں ہوا کہ کسی سائنس داں نے کسی لیبارٹری میں تجربے سے یہ مشاہدہ کیا ہو کہ انبیاء کا لایا ہوا انسانی شرف کا نظریہ بے بنیاد ہے بلکہ ہوا یہ کہ سائنس کے کچھ وکیلوں نے اپنے اذہان میں تمام مذاہب کے خلاف ایک انتہا پسندانہ نفرت آمیز خیالات کا لاوا ابھر لیا تھا کیوں کہ بدقسمتی سے ان کا پالا حاملین مذہب کے ساتھ کچھ ناخوش گوار تجربات کا حامل رہا تھا۔ ان حضرات کی سرپرستی میں جدید سائنس نے ایک نئے عقیدے کی بنیاد ڈالی جس کا دعویٰ ہے کہ خدا اور اخلاقی اقدار زمانہ ماضی کے قصے ہیں۔ انسانی شرف کے نظریئے کی قرآن کھلے الفاظ میں وضاحت کرتا ہے ”اور بلا شبہ ہم نے بنی آدم کو شرف عطا کیا“ (بنی اسرائیل:70) اس عطائے شرف کا آغاز انسانیت کی بالکل ابتدائی آفرینش کی کہانی سے ہوتا ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کو ”میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے“ (سورۃ ص:75) مزید فرمایا کہ ”اور جب انسان میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک دوں“ (الحجر:29) یہ سب اس لئے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنا خلیفہ نامزد کیا، فرمایا: ”میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں“ (البقرہ:30) انسان کی اس قدر و قیمت اور شرف کا علم بردار صرف قرآن ہی نہیں، بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام نے ایک ہی پیغام دیا۔ عیسائیت اور یہودیت دونوں ہی یہ کہہ کر انسانی شرف کا اقرار کرتی ہیں کہ انسان خدا کی تمثیل پر پیدا کیا گیا ہے۔ (Genesis:1:27) اس کے مقابلے میں تہذیب حاضر نے انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی فکر کو چیلنج کیا۔ ڈارون اور فرائیڈ کے نظریات پر قائم اس نئے ”مذہب“ کا کارنامہ یہ ”دریافت“ تھی کہ انسان کے شرف اور عظمت کے تصورات محض واہمہ ہیں۔ اس بحث کو ہم یہ سوچ کر نظر انداز نہیں کر سکتے کہ یہ فلسفے یا مذہب کے دقیق مسائل میں دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ہے اور ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ بحث ہر جگہ ہماری حیثیت کو متاثر کرتی ہے، گھروں میں بازاروں میں اسکولوں میں، گلیوں اور ایئرپورٹس پر ہر جگہ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہم جانوروں سے افضل ہیں اور کچھ برتر حقوق کے مالک ہیں یا ان کے مساوی، گلی میں دوڑنے والی ایک بلی اور ڈرائنگ روم میں رکھے ہوئے ماہی خانے کی ایک مچھلی اور ایئرپورٹ پر مشتبہ سامان سونگھتے ہوئے کتے کے مقابلہ میں کسی انسان کی قیمت زیادہ ہے یا مساوی...... یہ بحث بہت اہم اس لئے ہے کہ کسی معاشرے میں انسانوں کے ساتھ برتاؤ اسی پر منحصر ہے، کہ وہ سوسائٹی خود انسانیت کو کیا حیثیت عطا کرتی ہے۔ اگر انسان کی صرف انسان ہونے کے ناطے کوئی شرف یا قدر و قیمت نہیں تو پھر انسان کے بحیثیت انسان، کوئی حقوق بھی نہیں اور پھر انسانی حقوق کا سوال اصول کا نہیں بلکہ صرف ایک حکمت عملی کا سوال رہ جاتا ہے، جسے حکومتیں سیاسی نفع ونقصان کی بنیاد پر طے کر سکتی ہیں۔

بدقسمتی سے جو لوگ سائنس کے مظاہروں سے مرعوب ہو چکے ہیں، وہ انسانی شرف سے متعلق ان دو متضاد نظریات کی مخالف سمت کی کشتیوں میں بیک وقت سوار ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ انسان بحیثیت انسان کچھ حقوق رکھتا ہے اور پھر ان حقوق کی عمارت پر کبھی اس بہانے اور کبھی اس بہانے ایک لات رسید کر دیتے ہیں۔ تمام ہوائی مسافروں کی اسکینرز کے ذریعے برہنہ تلاشی اس تضاد کا ایک نیا شاہ کار ہے۔ انسانی حقوق کے عالمی ڈیکلیریشن کی شق 12 کہتی ہے: ”کسی انسان کی ذاتی زندگی، خاندان، گھر اور خط و کتابت میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی اور ہر انسان اس قسم کی مداخلت کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔“ اسی طرح امریکہ کے آئین کی چوتھی ترمیم اس بات کی ضمانت دیتی ہے کہ ”لوگوں کی شخصیت، گھروں، کاغذات، معاملات کے اندر غیر معقول تفتیش و تلاشی اور پکڑ دھکڑ نہیں کی جائے گی۔“ ان ساری پالیسیز کے باوجود یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ اگر ہم ہوائی سفر کی سہولت حاصل کرنا چاہیں تو آفیسرز کے سامنے جانچ پڑتال کے لئے بے لباس ہو کر معائنہ کرائیں۔

ان اعلانات اور ان پالیسیوں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ان دو نظریات کے درمیان ہے۔ وہ اعلانات پہلے نظریہ کا نتیجہ ہیں تو اصل پالیسیاں دوسرے نظریہ کا۔ ایک طرف نجی معاملات میں تحفظ کی ضمانت کی جڑیں انسانی شرف کے نظریہ کو تسلیم کرنے میں پیوستہ ہیں تو دوسری طرف جس طرح جانوروں کا فارم پر معائنہ کیا جاتا ہے، اس طرح ہوائی مسافروں کی بے لباس جسمانی پڑتال کرنے کا مغربی اعلان انسانوں کے لئے ہر شرف کی نفی کر کے انسانوں کو جانوروں کے برابر قرار دینے کا اعلان ہے۔ اس پالیسی کے مطابق ایک کتیا کو ننگا دیکھنا اور انسانی شرف کی حامل خاتون کا بے لباسی کی حالت میں معائنہ کرنا کوئی مختلف معاملہ نہیں ہے۔ یہ ہے وہ پس منظر جس میں ایئرپورٹس پر برہنہ کیمروں کی تنصیب کے ذریعے انسانی شرف و وقار پر شب خوں مارا گیا ہے۔ ان مشینوں کے ذریعے سرتاپا کپڑوں میں حیادار خاتون کو یہ ایڑی سے چوٹی تک ہر جانب سے بے لباس دیکھ سکتے ہیں۔ مرد ہوں یا عورتیں سب کو اس رسوائی سے گزرنا ہے۔

لیکن حیا تو خالص اور غیر آمیز انسانی فطرت کا حصہ ہے، ایک عالمی قدر ہے جو ان تمام لوگوں کے ضمیر کو متوجہ کرتی ہے جو اخلاقیات اور باوقار تمدن کے علمبردار ہیں۔

اگر چہ کہ کچھ حکومتیں امریکہ کی اس خواہش کے آگے اپنے ایئرپورٹس پر باڈی اسکینرز لگانے کے لئے دوڑ چکی ہیں مگر کچھ نے سخت مزاحمت بھی کی ہے۔ ان مزاحمت کرنے والوں میں یورپین جسٹس کمشنر ویوین ریڈنگ نے کہا کہ ''ہم دہشت گردی کے نام پر انسانوں کے بنیادی حقوق کے خلاف کوئی بات نہیں سنیں گے۔ ہماری سیکورٹی کے مطالبات لوگوں کی نجی زندگی کے حقوق کو پامال نہیں کر سکتے۔ ہمارا طرزِ عمل ڈر اور خوف کے ماتحت نہیں بلکہ اعلیٰ اقدار کے تابع ہونا چاہئے۔''

کون سی اعلیٰ اقدار؟ اس بات کا فیصلہ اب انسانی شرف کے بارے میں دو متضاد نظریات میں سے ایک کے چن لینے پر منحصر ہے اور کیا منظر نامہ بننے والا ہے، یہ ابھی واضح نہیں ہے۔ اگرچہ یورپ کے کچھ طبقوں کی طرف سے اس پالیسی کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ علمائے یہود کے یورپی مرکز نے کہا کہ یہ برہنہ کرنے والے اسکینرز یہودی عورتوں کے مذہبی حقوق کو تلف کر دیں گے۔ بچوں کے حقوق کے علم برداروں نے کہا کہ برٹش گورنمنٹ نے بچوں کی برہنگی کے خلاف جو قوانین بنائے ہیں ان کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ امریکی مسلمانوں کی فقہ کونسل نے بیان دیا کہ ان اسکینرز کا استعمال مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے۔ تیونس کے مفتی شیخ بطیخ نے فتویٰ دیا کہ یہ اسکینرز نہ صرف حرام ہیں بلکہ انسان کو جانور کی سطح تک گرا دینے کے مترادف ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

ضرورت رشتہ

☆ ڈیفنس لاہور میں رہائش پذیر کشمیری راٹھور فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم آرکیٹیکٹ انجینئر، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ ہم پلہ نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4421201 / 042-35743308

☆ کراچی میں رہائش پذیر لڑکی، عمر 32 سال، تعلیم بی اے، صوم وصلوٰۃ کی پابند، ارائیں فیملی سے تعلق کے لیے دینی مزاج کے حامل، برسرِ روزگار، تعلیم یافتہ نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4613421

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی (اولڈ سٹی) کے نقیب محمد شہزاد کے والد وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی راولپنڈی غربی کے مبتدی رفیق ریحان ضیاء کے والد انتقال کر گئے
- رفیق تنظیم اسلامی قاسم آباد، حلقہ سندھ زیریں نثار احمد جتوئی وفات پا گئے
- حلقہ پنجاب شمالی اسلام آباد جنوبی کے ملتزم رفیق عبدالسلام وفات پا گئے
- حلقہ پنجاب شمالی النور کالونی کے ملتزم رفیق شیخ امتیاز وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ قارئین اور رفقاء سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ضرورت ہے

مصطفیٰ آباد (دھرمپورہ) لاہور میں واقع فلاحی ڈسپنسری کو (سیکنڈ ٹائم کے لیے) خدمتِ خلق کے جذبہ سے سرشار ڈاکٹر کی اشد ضرورت ہے۔ معقول معاوضہ دیا جائے گا۔ تنظیمی فکر سے تعلق رکھنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ: سعید احمد 0333-4317460

تبصرۂ کتب

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

نام کتاب: **چہرے کا پردہ**

مصنف: حافظ محمد زبیر

ضخامت: 208 صفحات

قیمت: 150 روپے

ملنے کا پتہ: عبدالمتین مجاہد، 36 کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
مکتبہ رحمۃ للعالمین، نذیر پارک، غازی روڈ، لاہور

بعض اہل علم کو اپنی علمی قدر و منزلت کا اس قدر زعم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے کے لیے مسلمات کو اپنی تحقیق کا تختۂ مشق بنا کر طرفہ نتائج قارئین کے سامنے لاتے ہیں اور قارئین کو ورطۂ حیرت واستعجاب میں ڈال دیتے ہیں، حالانکہ دین کے معاملے میں تو یہ چیز ہر وقت پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ کتاب وسنت کا فہم رکھنے اور اُن سے مسائل اخذ کرنے میں قرونِ اولیٰ کے اہل علم یقیناً صائب الرائے تھے۔ اگر یہ حقیقت تسلیم نہ کی جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ آج سے پہلے قرآن وسنت کو کسی نے سمجھا ہی نہیں۔ اس معاملے میں دیدہ دلیری کا یہ حال ہے کہ کوئی علمِ دین اُٹھتا ہے تو سود اور شراب کی حرمت کو چیلنج کر دیتا ہے۔ کوئی دوسرا محمد فاضل منظرِ عام پر آ کر موسیقی کو روح کی غذا اور مخلوط معاشرت کو جائز قرار دیتا ہے۔

عورت کے ستر وحجاب کے سلسلہ میں چہرے کا پردہ بھی اسی ستم ظریفی کا نشانہ بنایا گیا، اور متجددین نے اسے بھی غیر ضروری قرار دیا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں فاضل نوجوان نے ایسے لوگوں کا محاکمہ نہایت موثر انداز میں کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ عورت کے چہرے کا پردہ مسلماتِ شرعیہ میں سے ہے۔ علاوہ ازیں فطرتِ سلیمہ بھی اس بات سے ابا کرتی ہے کہ عورت بڑی سی چادر کے ساتھ سارا جسم تو ڈھانپ لے مگر اُس کا چہرہ کھلا رہے جو کہ نسوانی حسن کا اولین مرکز ہے۔ اپنے دعوے کی تصدیق وتصویب کے لیے مصنف نے کتاب کو ایک تمہید اور چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ابواب کے عنوانات اس طرح ہیں۔

باب اول: چہرے کا پردہ: آیاتِ قرآنی کی روشنی میں
باب دوم: چہرے کا پردہ: احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں
باب سوم: چہرے کا پردہ: آثارِ صحابہ وتابعین کی روشنی میں
باب چہارم: چہرے کا پردہ: مذاہبِ اربعہ کی روشنی میں
باب پنجم: چہرے کا پردہ اور تواترِ عملی
باب ششم: چہرے کا پردہ اور چند شبہات کا جواب

اگرچہ زیر بحث عنوان پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں مگر اتنی مدلل، مفصل، جامع کتاب شاید ہی اس سے پہلے منظرِ عام پر آئی ہو، کیونکہ اس کتاب میں وہ سارے دلائل یکجا کر دیئے گئے ہیں جو دوسری کتابوں میں متفرق طور پر لکھے گئے ہیں اور اُن تمام شبہات کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ معروف عالمِ دین ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے اس کا مقدمہ تحریر کیا ہے اور کتاب کی تعریف کی ہے۔ کتاب معنوی حسن سے تو مالا مال ہے ہی اچھے سفید کاغذ اور خوبصورت ٹائٹل نے کتاب کو ظاہری طور پر بھی دیدہ زیب بنا دیا ہے۔

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

اسرہ ملتان کینٹ کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام

حلقہ جنوبی پنجاب کے منفرد اسرہ ملتان کینٹ کے تحت ایک دعوتی پروگرام 6 فروری کو جامع مسجد قرطبہ گارڈن ٹاؤن ملتان میں ہوا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب قرآن مجید کی تلاوت سے ہوا۔اس کے بعد نقیب اسرہ محمد سلیم اختر نے وائٹ بورڈ کی مدد سے ''فرائض دینی کا جامع تصور'' پر لیکچر دیا۔ اُن کے خطاب کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ بعد نماز عشاء راقم نے ''رحمت الٰہی کی وسعت'' کے عنوان سے درس حدیث دیا۔ نبیل الرحمٰن نے ندائے خلافت کے تازہ شمارہ سے امیر محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے خطاب جمعہ کا مطالعہ کرایا۔ محمد کلیم نے سامعین کو دعائے قنوت یاد کرائی۔ اِس پروگرام میں تقریباً 50 رفقاء واحباب نے شرکت کی۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء کے لیے کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔الحمدللہ، جامع مسجد قرطبہ میں ہفتہ میں 4 دن عربی گرائمر کلاس بھی جاری ہے، جس میں تدریس کے فرائض سلیم اختر انجام دے رہے ہیں۔ (مرتب: عدنان جمیل قریشی)

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کا مظاہرہ

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام 13 فروری 2010ء کو آبپارہ چوک میں ملک میں بڑھتی ہوئی امریکی مداخلت کے خلاف ایک احتجاجی مظاہرہ کا انعقاد کیا گیا، جس میں کثیر تعداد میں رفقاء واحباب شریک ہوئے۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے ناظم جناب راجہ محمد اصغر نے کہا کہ پاکستان کی سرزمین پر امریکی ڈرون حملے اب روزانہ کا معمول بن چکے ہیں۔ یہ کھلی جارحیت پاکستان کی سالمیت اور تحفظ کے لیے سنگین خطرہ بن چکی ہے۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ ہماری حکومت ان حملوں پر محض رسماً بیان جاری کرنے پر اکتفا کرتی ہے، تاکہ اپنے عوام کو مطمئن کیا جاسکے۔ اگر حکومت فی الواقع اسے ریاستی سالمیت اور خودمختاری کے منافی قرار دے کر اُن کے خلاف سٹینڈ لیتی تو امریکی عہدیدار کبھی نہ کہتے کہ یہ حملے پاکستان کی رضامندی بلکہ حمایت سے کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ امریکی عدلیہ کا مکروہ چہرہ ڈاکٹر عافیہ کو مجرم قرار دینے کے فیصلے سے بے نقاب ہوگیا ہے۔ عدل وانصاف کے نام نہاد دعویداروں نے یہ فیصلہ سنا کر انصاف کی دھجیاں بکھیر دیں۔ ڈاکٹر عافیہ کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ فیصلہ امت مسلمہ کے منہ پر طمانچہ ہے۔ لہٰذا مسلمان ممالک کو اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونا چاہیے۔ انہوں نے ارباب اقتدار سے مطالبہ کیا کہ وہ امریکہ کی نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ سے فی الفور علیحدگی اختیار کریں اور امریکہ کی بجائے اپنے رب سے رشتہ جوڑیں۔ قوم کی مظلوم بیٹی ڈاکٹر عافیہ کی رہائی کے تمام ممکنہ اقدامات کیے جائیں۔ اگر ہم اللہ کے دین سے وفاداری کریں گے تو اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہوگی بصورت دیگر اندیشہ ہے کہ اللہ کا عذاب، جس کی لپیٹ میں پہلے ہی پورا ملک آیا ہوا ہے، مزید سخت ہو جائے۔ اللہ ہمیں اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔

مظاہرین نے نماز عصر کے بعد مسجد شہداء سے آب پارہ چوک کی طرف مارچ کیا۔ انہوں نے پلے کارڈز اور بینرز اُٹھائے ہوئے تھے، جن پر حکومت کے خلاف نعرے اور مطالبات درج تھے۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی کورنگی کراچی کے زیر اہتمام دعوتی پروگرام

14 فروری 2010ء کو تنظیم اسلامی کورنگی کراچی کے زیر اہتمام توسیع دعوت کے سلسلے میں اللہ والا ٹاؤن کورنگی کراسنگ پر ایک دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ اس پروگرام کے لئے 1500 ہینڈ بلز جمعہ کے دن علاقے کی مساجد میں تقسیم کیے گئے اور اتوار کے روز عصر تا مغرب رفقاء نے گھر گھر جا کر بھی ہینڈ بلز اور دعوتی لٹریچر کے ذریعہ لوگوں کو دعوت دی۔ اس پروگرام کے لئے خاص طور پر نقیب اُسرہ سعید الرحمٰن اور اُن کے ساتھیوں نے بہت محنت کی اور صبح ہی سے علاقے میں ایک نمایاں مقام پر کیمپ لگایا اور احباب کو پروگرام کے بارے میں آگاہ کیا۔ مغرب کے بعد پروگرام کا آغاز درس قرآن سے ہوا۔ درس کا موضوع تھا ''پاکستان کے موجودہ حالات میں سیرت النبی ﷺ سے رہنمائی''۔ مدرس کے فرائض امیر تنظیم اسلامی کورنگی انجینئر نعمان اختر نے انجام دیئے۔ اُنہوں نے پاکستان کے موجودہ حالات کا نقشہ کھینچا اور سورۃ الروم کی آیت 41 کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ خرابی کی اصل وجہ ہماری بداعمالیاں ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ چودہ سو سال پہلے نبی کریم ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ مسلمانوں پر دوسری اقوام اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح دسترخوان پر کھانا چنے جانے کے بعد لوگ کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں، اور اِس کی وجہ یہ نہیں ہوگی کہ مسلمان تعداد میں کم ہوں گے بلکہ اُن کی حیثیت سمندر کے جھاگ کی مانند ہوگی۔ انہیں وہن کی بیماری اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور آپؐ نے فرمایا کہ یہ بیماری دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کرنا ہے۔ آج ہم آپؐ کی اسی پیشین گوئی کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ اپنی گفتگو کے دوسرے حصے میں اُنہوں نے کہا کہ ان حالات سے نکلنے کا واحد حل سیرت النبی ﷺ پر عمل پیرا ہونا ہے۔ سیرت سے رہنمائی کے حوالے سے اُنہوں نے دو احادیث پیش کیں۔ ترمذی شریف کی ایک روایت ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں آپ ﷺ نے فتنہ کے برپا ہونے کی پیشین گوئی فرمائی اور اُس فتنہ سے نکالنے والی شے بھی بتائی یعنی قرآن حکیم۔ دوسری ابوداؤد کی وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگو، تم میرے بعد تم بہت فتنے دیکھو گے۔ تم میری سنّت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنّت پر عمل پیرا ہونا۔ اُنہوں نے کہا کہ دو چیزوں یعنی قرآن حکیم اور نبی کریم ﷺ کی سنّت پر عمل سے ہی ہم موجودہ زبوں حالی سے نکل سکتے ہیں۔ اُنہوں نے شرکاء کو قرآن مجید کے حقوق سے آگاہ کیا اور مسلم شریف کی حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہمارا عروج وزوال قرآن کے حقوق ادا کرنے یا نہ کرنے سے وابستہ ہے۔ قرآن مجید ہی نبی کریم ﷺ کی انقلابی مساعی کا مرکز محور رہا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی انقلابی جدوجہد کی تصویر کشی کی اور ساتھ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان افروز واقعات سے حاضرین کے دلوں کو گرمایا۔ آخر میں انہوں نے شرکاء کو تنظیم اسلامی کے قیام کی غرض وغایت سے آگاہ کرتے ہوئے اِس میں شمولیت کی دعوت دی۔ اس پروگرام میں 40 رفقاء اور 60 احباب نے شرکت کی۔ اس موقع پر رفقاء اور احباب کے استفادے کے لئے بانیٔ تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی کتب اور خطبات کی سی ڈیز پر مشتمل سٹال بھی لگایا گیا تھا۔ پروگرام کے اختتام پر آئندہ مستقل بنیادوں پر پندرہ روزہ درس قرآن کے انعقاد کا اعلان کیا گیا، جو قریب ہی ایک رفیق کے گھر پر ہونا طے پایا۔ (یاد رہے کہ اللہ کے تائید ونصرت سے تنظیم اسلامی کورنگی امسال رمضان میں یہاں دورۂ ترجمہ قرآن کے انعقاد کی تیاری کر رہی ہے۔)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور خدمت دین کے لئے مزید ہمت وحوصلہ عطا فرمائے۔ آمین (رپورٹ: سراج احمد)

قرآن اکیڈمی ملتان: تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفقاء کے ساتھ تعارفی نشست

دفتر حلقہ جنوبی پنجاب قرآن اکیڈمی ملتان میں ہر دوسرے ماہ تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفقاء کے ساتھ تعارفی نشست کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس ماہ یہ نشست 17 فروری بروز بدھ بعد نماز عصر ہوئی۔ امیر تنظیم ملتان شہر جام عابد حسین نے اس پروگرام کو کنڈکٹ کیا۔ اِس پروگرام میں سات رفقاء نے شرکت کی۔ سب سے پہلے رفقاء کا تعارف حاصل کیا گیا، اور انہیں اس پروگرام کے مقصد سے آگاہ کیا گیا۔ بعد ازاں تنظیم اسلامی کی

قراردادِ تاسیس کا مطالعہ کرایا گیا اور امیر محترم کا تفصیلی تعارف کرایا گیا۔ بعد میں فرائض دینی کے جامع تصور کا خلاصہ، جماعت و بیعت کی ضرورت و اہمیت، رفقاء کے مطلوبہ اوصاف اور تنظیمی ڈھانچہ پر گفتگو کی گئی۔ پروگرام کے آخر میں اُسرہ، نقیب اسرہ اور رفیق کی تنظیمی ذمہ داریاں اجاگر کی گئیں۔ جام عابد نے رفقاء پر زور دیا کہ آپ میں سے ہر رفیق ذاتی حیثیت میں دین کا داعی بنے اور دعوت کے عمل کو مسلسل جاری رکھے، دروس قرآن کی محفلوں میں شریک ہو، تاکہ ایمان کو جلا ملتی رہے۔ پھر یہی ہدایت کی روشنی اپنے عزیز و اقارب اور ماحول میں پھیلائے۔ آخر میں شرکاء کی چائے سے تواضع کی گئی۔ اس کے ساتھ ہی یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(مرتب: شوکت حسین انصاری)

قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی میں فکری نشست

20 فروری 2010ء بعد نماز عشاء ''فتنہ دجال: علامات اور بچاؤ کا راستہ'' کے موضوع پر ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی شمالی پاکستان خالد محمود عباسی نے فکری نشست سے خطاب کیا، اس نشست کا انعقاد قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں کیا گیا۔

پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک اور اس کے ترجمہ سے ہوا۔ حافظ اسامہ علی نے سورۃ الکہف کے آخری رکوع کی تلاوت کی سعادت حاصل کی۔ بعدازاں شجاع الدین شیخ نے شام کے اوقات میں ہونے والے دینیات کورس کا تعارف کروایا اور خالد محمود عباسی نے فرسٹ موڈیول میں شریک ہونے والے طلبہ میں اسناد تقسیم کیں۔ اس کے بعد خالد محمود عباسی نے قرآن سنت کے حوالے سے فتنۂ دجال کے بارے میں فکر انگیز گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ پوری انسانی تاریخ میں اس سے بڑا فتنہ کبھی ظہور پذیر نہیں ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ حدیث رسولؐ کے مطابق تمام انبیاء نے اس فتنہ سے اپنی امت کو خبردار کیا۔ اگرچہ دنیا میں بت پرستی، معاشی عدم توازن اور سیاسی جبر اور دیگر کئی فتنے پھیلتے رہے ہیں، لیکن فتنۂ دجال سب فتنوں سے عظیم تر ہوگا۔ دجال کی کچھ ظاہری علامات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ اپنے رب ہونے کا دعویٰ کرے گا اور اس ضمن میں مختلف دلائل دے گا۔ مثلاً رزق کے خزانے اس کے قبضۂ قدرت میں ہوں گے۔ میڈیکل سائنس پر اس کو دسترس حاصل ہوگی۔ انسانوں کی موت اور زندگی پر اس کو اختیار حاصل ہوگا۔ وہ ہری بھری کھیتیوں کو بنجر اور بے آب و گیاہ زمین کو سبزہ زار بنادے گا۔ فریب نظر کے طور پر آگ اس کے ہاتھ میں ٹھنڈے پانی کی صورت میں اور یخ بستہ پانی آگ کی کیفیت میں ہوگا۔ دجال کی ایک نمایاں علامت یہ ہوگی کہ وہ کانا ہوگا اور اس کی پیشانی پر ک ف ر کے حروف لکھے ہوں گے۔ جن لوگوں کے دل میں حقیقی ایمان ہوگا وہ ان پڑھ ہونے کے باوجود ان حروف کو بآسانی پڑھ لیں گے۔ دجالی فتنہ اہل ایمان کے لئے کڑی آزمائش ہوگی۔ عباسی صاحب نے سورۃ الکہف میں بیان کردہ موسیٰ علیہ السلام اور خضر کے قصہ کے حوالے سے کہا کہ دنیا میں جو حالات بظاہر ہمیں شر نظر آتے ہیں اس میں بھی مومن کے لئے کوئی نہ کوئی خیر کا پہلو ہوتا ہے۔ مومن کا کام یہ ہے کہ رضائے رب کے لیے کوشاں رہے۔

انہوں نے کہا کہ وطن عزیز جو دو قومی نظریئے کا عملی ظہور ہے، دجالیت کے منہ پر پُرزور طمانچہ ہے۔ مغرب کے وطنی تصور قومیت کے برعکس یہاں کے مسلمانوں نے اسلامی قومیت پر، جس کی اساس کلمہ اسلام ہے، یہ ملک حاصل کیا۔ مروجہ مغربی تصور قومیت کی بنیاد پر یہ ملک کبھی معرض وجود میں نہیں آسکتا تھا۔ عباسی صاحب نے دجالیت کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ دجل فریب کو کہتے ہیں یعنی کوئی شے حقیقۃً کچھ ہو اور نظر کچھ اور آئے۔ اس اعتبار سے دجالیت ہر دور میں بھی موجود تھی۔ ہابیل اور قابیل کے واقعہ میں بھی دجالیت ہی کا عنصر شامل تھا۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ دور کی دجالیت کے کئی پہلو ہیں۔ مثلاً انکار سنت کا فتنہ، اسلامی نظریہ قومیت سے انحراف، قومیت کا مغربی تصور، مغرب کی چمک دمک کی اسیری، یہ سب دجالیت کی صورتیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج ہم جس مغرب کی اندھا دھند تقلید کر رہے ہیں، وہ اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو چکا ہے۔ وہ صرف اپنی ٹیکنالوجی کے بل پر کھڑا ہے۔

دجالیت کے حصار سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ اس بارے میں خالد محمود عباسی نے کہا کہ موجودہ دجالیت کی بیڑیاں جو ہمارے پیروں میں پڑی ہیں ان سے نجات کا راستہ یہ ہے کہ ہم حقیقی معنوں میں اللہ کے بندے بنیں، اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع کریں اور سنت نبویؐ کو پورے طور سے اپنائیں اور کفار کی تہذیب اور کلچر کو ترک کریں۔ یہی دجالیت سے بچاؤ کا راستہ ہے۔ اگر ہم نے دنیا پرستی کو شعار بنائے رکھا، تو یہ سخت گھاٹے کا سودا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکہف کی آیات 104، 105 میں ان لوگوں کو سخت خسارے والے قرار دیا ہے، جن کی ساری سعی و کوشش دنیا حاصل کرنے میں صرف ہوگئی اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اللہ کے سامنے پیش ہونے کا انکار کیا۔ قیامت کے روز اللہ کے یہاں ان کے لئے کچھ بھی وزن قائم نہ ہوگا۔ ایسے لوگوں کے تمام اعمال ضائع ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ دجالیت کا ایک بڑا مظہر جس کا ابطال لازمی و لابدی ہے، وہ مادہ پرست فلسفیوں کی تھیوری ہے، جس کی بنا پر نگاہیں خالق کے بجائے کائنات، روح کے بجائے جسم، اور آخرت کی بجائے دنیا پر اٹک کر رہ گئی ہیں۔ اس سحر انگیز دجالیت کا توڑ صرف اللہ کی حقیقی معرفت حاصل کرنے میں، اللہ کی فرماں برداری اور اتباع سنت میں مضمر ہے۔ پس ہمارا کام یہ ہے کہ اللہ سے لو لگائیں۔ ہم یہ یقین کامل رکھیں کہ مستقبل اسلام کا ہے اور اس کا آغاز اسی خطے سے ہوگا ان شاء اللہ۔ انہوں نے واضح کیا کہ اگر ہم نے اسلامی ضابطہ حیات کو اختیار نہ کیا اور اسلام سے بے وفائی کی روش اپنائے رکھی تو اس کا انجام بہت خوفناک ہوگا۔ ہمیں اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ جس کے آثار و شواہد سامنے آنے لگے ہیں۔ ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم اپنا قبلہ درست کرلیں۔

700 کے قریب شرکاء نے جن میں خواتین اور مرد شامل تھے اس علمی و فکری خطاب کو بڑے انہماک اور دلچسپی سے سنا۔ قرآن اکیڈمی کے اکیڈمک ہال میں نشستیں پُر ہونے کے بعد شرکاء کھڑے ہو کر بڑے تحمل سے یہ خطاب سنتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دجالی دور کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

(رپورٹ: راحیل گوہر صدیقی)

حلقۂ خواتین سیالکوٹ کے زیرِ اہتمام محفلِ سیرت النبی ﷺ

21 فروری 2010ء کو تنظیم اسلامی حلقۂ خواتین کے زیرِ اہتمام کرسچن ٹاؤن سیالکوٹ میں محفلِ سیرت النبیؐ کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام میں سیالکوٹ کے دونوں اسرہ جات کی رفیقات نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز سوا گیارہ بجے سورۃ الحجرات کی تلاوت سے کیا گیا۔ ترجمہ اور نعتِ رسولؐ کے بعد تنظیم اسلامی کی جانب سے مقامی نائب ناظمہ صاحبہ نے ''رسولِ اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' پر سیر حاصل گفتگو کی اور سنتِ رسولؐ کو اپنانے کے لیے دلی محبت اور اطاعت کے رشتے کو مضبوط کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ حمدِ باری تعالیٰ کے بعد جماعت اسلامی کی ناظمۂ شہر نے حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں نبی اکرم ﷺ کے مقصدِ بعثت کو مؤثر اور دلنشیں انداز میں بیان کیا۔ نعتِ رسول مقبولؐ کے بعد اسلامی جمعیت طالبات سیالکوٹ کی ایک رُکن نے سیرتِ رسولؐ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا اور حقیقی عشق کو اتباعِ رسولؐ کے مفہوم میں واضح کیا۔

پروگرام کا اختتام پونے دو بجے ہوا۔ اس میں تقریباً 80 خواتین اور 25 بچیوں نے شرکت کی۔ پروگرام کو سیرت النبی ﷺ کے عملی پہلوؤں کو سمجھنے کے حوالے سے بہت مفید قرار دیا گیا۔ بعدازاں تنظیم اسلامی اور جماعت اسلامی کی طرف سے شریک خواتین میں سیرت النبیؐ سے متعلق مختلف کتابچے اور پمفلٹ ہدیہ کئے گئے اور اُن کے لیے ریفریشمنٹ کا انتظام کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے اور ہمیں حقیقی معنوں میں نبی کریم ﷺ کا سچا اُمتی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(رپورٹ: رفیقہ تنظیم)

that generation, there would have been no leadership vacuum today. We do have millions of bright young Muslims now--and they are the hope of our future--but they need a leadership that can set the course for a global revival of Islamic way of living on this tormented Earth, a way of living that is deeply rooted in the fundamentals of Islam but that is possible in an age dominated by technological reconstruction of cultures and social norms.

There is a need for large-scale social and cultural reconstruction stemming from the recognition that we are now living in a world that is deeply plagued by violence, breakdown of family structure, and rampart consumerism. This is an unjust world in which the Western nations still hold the balance of power: they control, manipulate and direct the course of events, at least at the level of human planning and control, even as the ultimate control remains in the hands of the One Who has always held the Supreme Sovereignty. 1.7 billion Muslims need not remain in the dark abyss into which this collective entity called Ummah fell some three centuries ago; there is a possibility of a great revival and millions of bright young Muslims are now looking for a way out of the demoralising and nauseating refrain of decay and destruction; the chorus of despair must have an end, as all bad things must end one day.

The siesta is over; every March brings with it the hopes associated with a new spring, and this March is no different. Welcome to a new spring is, however, only possible if there is a new fervour in the hearts drained of hope for three centuries. This new spring, this new hope requires determined and deliberate steps towards a large social and cultural reconstruction at the global scale. The first step of this reconstruction is a thorough re-evaluation of where Muslims stand today. This means a re-evaluation of the baggage Muslims are carrying from their experiences of the last three centuries; taking English as a foreign language is just one piece of luggage that needs to be shed.

تنظیمی اطلاعات

حلقہ بہاولنگر و بہاولپور: مقامی تنظیم فورٹ عباس میں وقار اشرف امیر مقرر

مقامی تنظیم فورٹ عباس میں تقرر امیر کے لیے امیر حلقہ بہاولنگر و بہاولپور کی جانب سے موصول اپنی تجویز اور رفقاء کی آرا کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 8 فروری 2010ء میں مشورہ کے بعد جناب وقار اشرف کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ کراچی جنوبی: مقامی تنظیم کورنگی میں انجینئر نعمان اختر کا بطور امیر تقرر

مقامی تنظیم کورنگی میں تقرر امیر کے لیے امیر حلقہ کراچی جنوبی کی جانب سے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 18 فروری 2010ء میں مشورہ کے بعد انجینئر نعمان اختر کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ آزاد کشمیر: مقامی تنظیم دھیر کوٹ میں نقی محمد خان امیر مقرر

مقامی تنظیم دھیر کوٹ میں تقرر امیر کے لیے ناظم حلقہ آزاد کشمیر کی جانب سے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر تنظیم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 18 فروری 2010ء میں مشورہ کے بعد جناب نقی محمد خان کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ آزاد کشمیر: مقامی تنظیم باغ میں زرّاب حسین عباسی امیر مقرر

مقامی تنظیم باغ میں تقرر امیر کے لیے ناظم حلقہ آزاد کشمیر کی جانب سے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 18 فروری 2010ء میں مشورہ کے بعد جناب زرّاب حسین عباسی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

النصر لیب

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی جدید اقسام، کلرڈ اپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور OPG (Dental) X-Ray کی سہولیات

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹرز کی زیر نگرانی تصدیق شدہ ادارہ ISO 9001:2000

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خصوصی پیشکش

الٹرا ساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3000 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔ نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph:3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax:3 516 21 85
Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

DR MUZAFFAR IQBAL

The siesta is over

When she said "Hi!" for the third time while passing in the hallway of the five-star hotel in Tehran where the conference was being held, I had to ask her why she could not say "Assalamu alaykum" instead. "After all, we are in the Islamic Republic of Iran, you are wearing hijab, and this is a conference about Islam," I explained.

"One expects Islamic mannerism and, besides, when you say 'Assalamu alaykum,' peace be upon you, you are saying something meaningful, whereas "hi" means nothing."

"But I was speaking in English," she responded.

I could not hold back my smile. She was a student of Tehran University and one of the volunteers for the conference. In her mind, speaking in English automatically meant that one had to give up even the basic mannerism normally used in interactions. The sheer force of a Western language, which she spoke like native speakers of English, was enough to uproot her from her familiar cultural territory.

"For how long English has to remain a non-Islamic language?" I asked her. "Once Persian was also a non-Islamic language, but when Persians accepted Islam, the language was automatically transformed. Now there are millions of Muslims whose first language is English."

"I never thought about that," she said, "English has always been a foreign language to me, although I learnt it as a child, grew up speaking it, and have been speaking it just like I speak Persian."

"Do you?"

"Maybe not," she said, reflectively, "maybe I do not speak it like Persian, maybe there is a certain degree of remoteness, a certain degree of foreignness at the deepest level of my being. But you are right, there is no reason why we cannot speak in this language the way we speak using Persian. I have just never thought about it. Thank you."

This isolated incidence, and many other aspects of the contemporary world, lead to certain fundamental questions which need discussion among Muslims, reflections and deliberations at organised forums and intellectual endeavours which will reconfigure Muslim understanding of Islam in a world that is radically different from what it was even fifty years ago: a world of shrinking borders, at least in the cyber, intellectual, cultural, and linguistic realms. What does it mean to be a Muslim in a world where one encounters these bright young students of Tehran University who have never thought how the use of a particular Western language is not necessarily linked with giving up their usual way of being? What does it mean for the intellectual and political leadership of a polity that is supposed to be global by definition, but that has remained hostage to the spectacular failure of its leadership?

It is not the fault of these young and bright students, whom one can meet anywhere in the world, but that of the generation before them: the Muslim intellectual leadership of the post-independence era. The generation that fought against the colonisers and helped to bring into existence some 57 independent Muslim states, did what it could under the shadow of guns and mental enslavement. But it is the failure of the generation that followed them which is responsible for the present state of affairs.

Had there been enough bright young Muslims in

ہم کدھر جا رہے ہیں؟

صدر پاکستان، وزیر اعظم پاکستان اور آرمی چیف کی خدمت میں گزارش

خدارا' اللہ کے عذاب کو دعوت نہ دیں!

☆ یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ نائن الیون کے بعد امریکہ نے پورے عالم اسلام کے خلاف صلیبی جنگ کا اعلان کر دیا تھا اور اسی بنیاد پر تمام عیسائی ورلڈ NATO کو اپنے ساتھ ملایا

☆ افغانستان اور عراق پر براہ راست حملہ اور پاکستان پر بالواسطہ امریکی حملہ اور جارحیت اسی صلیبی جنگ کا حصہ ہے۔ ہماری بدقسمتی اور بدنصیبی ہے کہ ہم نے اسلام اور عالم اسلام کے خلاف امریکہ کی اس جنگ میں اس کے فرنٹ لائن اتحادی بننا قبول کیا اور سب سے پہلے افغانستان میں ملا عمر کی اسلامی حکومت کو ختم کرنے میں صلیبی قوتوں کے ساتھ تعاون کیا۔ اور دنیا بھر سے آئے ہوئے ان مخلص مجاہدین کو ختم کرنے اور امریکہ کے حوالے کرنے کا ''کارنامہ'' سرانجام دیا جو عرب ممالک اور دیگر اسلامی ملکوں سے افغانستان صرف اس لئے آئے تھے کہ جہاد کے ذریعے افغانستان کو پہلے روس اور پھر امریکہ کے ناجائز تسلط سے نجات دلائیں اور وہاں سچی اسلامی حکومت کے قیام کی راہ ہموار کرسکیں۔

☆ یہ بھی ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ ہمارے قبائلی بھائی ہمیشہ پاکستان اور اسلام کے سچے خیر خواہ اور وفادار رہے ہیں۔ پاکستان میں دہشت گردی اصلاً بلیک واٹر، سی آئی اے، را اور موساد کی کارروائیاں ہیں۔ اگر قبائلی علاقوں کے کچھ مسلمان ان میں ملوث ہوئے ہیں تو محض اس ردعمل کے طور پر کہ پاکستان نے امریکہ کے دباؤ پر وہاں فوجی کارروائیاں شروع کیں جس کے نتیجے میں ہزار ہا بے گناہ لوگوں، عورتوں اور بچوں کو ہم نے اپنے ہی ہاتھوں خاک و خون میں غلطاں کیا۔

☆ گزشتہ آٹھ سالوں کے تجربے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ امریکہ ہی ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے، جو ہمیں عالم اسلام کے خلاف اپنے مذموم ایجنڈے کی تکمیل کی خاطر استعمال کر رہا ہے۔ خود اس کی اصل دوستی بھارت اور اسرائیل کے ساتھ ہے جو کہ پاکستان کے بدترین دشمن ہیں اور اسے صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے ہیں۔

اس سب کے باوجود

حق و باطل کی اس جنگ میں عالمی صلیبی قوت امریکہ کے ساتھ مزید تعاون کرنا اور اس کی خوشنودی کی خاطر اپنے قبائلی بھائیوں کے خلاف بھرپور فوجی کارروائی کرنے اور ان پر ڈرون حملوں کے ذریعے بے گناہوں کے قتل عام میں امریکہ کے ساتھ تعاون کرنے کے ساتھ ساتھ اب امریکہ کے دباؤ پر طالبانِ افغانستان کے خلاف بھی کارروائی سے دریغ نہ کرنا نہ صرف خود اپنے ملک کو تباہی سے دوچار کرنے اور قومی خودکشی کے مترادف ہے بلکہ اللہ کے غضب کو بھڑکانے اور عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے!

خدارا' امریکی غلامی سے نکل کر اللہ کی غلامی اختیار کیجیے،
ورنہ دنیا اور آخرت دونوں کی بربادی ہمارا مقدر ہوگی!

من جانب : تنظیم اسلامی پاکستان

A-67' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور فون: 36316638,36366638